

خود ساختہ گرال فروشی، مہنگائی کی اصل زمدادار!

عام آدمی کو ملنے والا اضافہ اور ریلیف آج بھی ناپید ہے۔ لہذا یہ کہنا قطعی بجا ہو گا کہ پاکستان جیسے غریب اور قرضوں پر چلنے والے ملک میں کمشنری نظام کی قطعاً ضرورت نہیں ہے، یہ نظام سرکاری خزانے پر سراسر بوجھا اور عام آدمی کی پہنچ سے دور ہے۔ سونچنے کی بات ہے کہ کمشنر، پھر اس کے نیچے ڈپٹی کمشنر، پھر اس کے نیچے اسٹینٹ کمشنر، پھر ان تینوں کا مابچوڑا عملہ، بجے جائے، پر قیش شہنشدید دفاتر، تینوں حضرات کے پاس تقریباً ایک ایک کروڑ روپے کی گاڑیاں، پرونوکول، ہوشیج کی صدائیں، پاکستان جیسے تیسری دنیا کے پسمندہ ترین ملک میں اس ساری شان و شوکت، کروفر اور سہولیات کی موجودگی میں کس کا داماغ ساتوں آسمان پر نہیں پہنچے گا؟ یہی وجہ ہے کہ کمشنر کاچی روزمرہ استعمال کی اشیاء ۔ کا صرف نرخ نامہ، بوا کرا اور اپنے کارندوں کے ذریعے اسے شہر میں قشیم کر کے گویا ہر قسم کی زمداداری سے بری الزمہ ہو جاتے ہیں، چنانچہ نرخ نامہ جاری کرنے جیسا اہم اور مشکل ترین کام سراجام دینے کے بعد کمشنر صاحب اپنے مخدنے، آرست و پیراستہ دفتر میں آرام فرماتے ہیں۔ کمشنر کے عہدے کا نشان کے دامغ پر اتنا چھپایا رہتا ہے کہ وہ شہر میں بذات خود نکل کر یہ دیکھنا بھی گوارہ نہیں کرتے کہ آیا ان کے مقرر کردہ نزخوں پر اشیاء ۔ فروخت بھی ہو رہی ہیں یا نہیں؟ یعنی اپنی رفت قائم کرنے کی بھی انہیں فکر نہیں ہوتی۔ پھر ہوتا کیا ہے؟ بس دکھاوے کے چھاپے، جمانے اور چند ناجائز منافع خروں کی پکڑ و حکڑ اور کہانی ختم۔ اب تو ہر طرف سے اس الزام کی بازگشت سنائی دینے لگی ہے کہ کمشنر صاحب اپنا حصہ وصول کر لینے کے بعد دکان داروں کو فری ہینڈے دیتے ہیں، جس کے بعد وہ خود ساختہ گرال فروشی کر کے مہنگائی میں کئی گناہ اضافہ کر دیتے ہیں، جس سے غریب آدمی کے لئے روزمرہ اشیاء ۔ کا حصول مشکل تر ہو جاتا ہے۔ مہنگائی میں روزافزوں اضافے اور اس پر قابو پانے میں کمشنر کاچی کی کمل ناکاہی کو دیکھتے ہوئے الیان کراچی کا یہ مطالبہ بالکل بجا ہے کہ فوری طور پر کمشنری نظام کو ختم کر کے خزانے کا بو جھ کیا جائے اور اس کا فائدہ براہ استعفای عوام کو پہنچایا جائے۔

کراچی واٹر اینڈ سیوری تج بورڈ میں سُنگین مالی بحران

کراچی کے اہم ادارے کراچی واٹر اینڈ سیوری تج بورڈ کی ریکوری کو بریک لگ گیا ہے، جس کی وجہ سے سوا ارب روپے سے زائد کی ہونے والی ریکوری روائی ماہ کروڑوں پر آگئی ہے جس کے باعث ادارے کے امور چلانا ایم ڈی واٹر بورڈ اور سی او اولینے ایک چلتی بن گیا ہے، ذرائع کا کہتا ہے کہ ملکہ آر آر جی کے طاقتور سمنے موجودہ ایم ڈی اور سی او اولنا کام کرنے کا فیصلہ کر لیا ہے، جس کے باعث افسران نے ادارے کی ریکوری کو یک نظر انداز کر کے تمام تر توجہ مبینہ طور پر ذاتی ریکوری پر مرکوز کر لکھے ہے، ذرائع نے اکٹھاف کیا ہے کہ واٹر بورڈ کے اہم شعبہ میٹرڈویشن کے معاملات قابو سے باہر ہو چکے ہیں جہاں کراچی کی تمام ائمڑیز کیلئے صرف ایک ایکٹھنی تھیں اسے، جبکہ بہنگ ڈیپارٹمنٹ سمیت آر آر جی کے تمام معاملات مبینہ طور پر مرکوزہ ایکٹھنی کے اشارے پر چلائے جاتے ہیں، ذرائع کا کہنا ہے کہ ڈی ایم ڈی آر آر جی محظوظ اس بات کو جھوٹی خلاف چند ماہ قبل سُنگین کر پشی اور بد عنوانیوں کی شکایات پر قومی احتساب یورڈ نیب (کی جانب سے تحقیقات کا آغاز بھی کیا گیا تھا اور افسران کے اٹاؤں کی چھان بیں بھی شروع کی گئی تھی، تاہم مرکوزہ تحقیقات کو میمہ سیاسی اثر سروخ کا استعمال کر کے اتوکا شکار بنا دیا گیا ہے، واٹر بورڈ کے اندر وہی ذرائع کا کہتا ہے کہ ملکہ آر آر جی اور اس کا شعبہ میٹرڈویشن ادارے کیلئے سفید ہاتھی بنا ہوا ہے، ادارے کی ریکوری بہتر کرنے اور اسے اپنے پیروں پر کھدا کر نے کیلئے ملکہ آر آر جی میں بڑے پیارے پر تباہی اور بخت فیصلے کی بغیر صورت حال، بہتر نہیں ہو سکتی۔ موجودہ ایم ڈی واٹر بورڈ صلاح الدین اور سی ای او اسد اللہ خان کی جانب سے ادارے میں شروع کی گئی اصلاحات اور ناقص کارکردگی پر کی جانے والی جواب طلبی پر ملکہ آر آر جی کے سُنمیں

پورے ملک میں بالعموم اور پاکستان کے سب سے بڑے اور دنیا کے ساتوں بڑے شہر کراچی میں اس وقت مہنگائی اپنے نقطہ عروج پر ہے۔ اگر دیکھا جائے تو موجودہ مہنگائی کی اصل زمدادار خود ساختہ گرال فروشی ہے، جو زیادہ سے زیادہ مال کمانے کے مرض میں بیتلاد کان داروں نے الیان کراچی پر مسلط کر رکھی ہے۔ اگرچوں کوہی لیا جائے، جن کا استعمال ماه صیام میں بڑھ جاتا ہے تو رمضان المبارک کے شروع ہوتے ہی تقریباً سارے چھلوں کے نزخوں میں 300 گناہ اضافہ کر دیا گیا۔ کیلا، جو کراچی میں بھرا پڑا ہوتا ہے اور تقریباً سارا سال ہی دستیاب ہوتا ہے، رمضان المبارک کے قریب آتے ہی ملی بھگت سے اس کے نزخوں میں اضافہ کرنا شروع کر دیا گیا اور رمضان میں فی درجن کیلا 400 روپے درجن تک فروخت کیا گیا۔ گزشتہ دنوں چھلوں کے انہی مانے اور غلامانہ نزخوں کو ایک این جی اونے پیغماں بھی کیا کہ منڈی سے پھل سنتے خرید کر شہر میں لا کر زیادہ سے زیادہ منافع کمانے کے لائق میں منگے داموں یچھے جاتے ہیں۔ مذکورہ این جی اور کرپوٹ کے مطابق کیلاروفٹ منڈی سے 80 سے 100 درجن تک متکتبا ہے، گروہی کیلا پھل فروش اور ریڑھی والے ناجائز منافع خوری کرتے ہوئے 400 روپے درجن تک فروخت کرتے ہیں۔ دراصل مہنگائی اتنی نہیں، جتنی خود ساختہ گرال فروشی کر کے اسے لوگوں پر مسلط کر دیا گیا ہے اور افسوس ناک بات یہ ہے کہ کراچی میں مہنگائی کو کنٹرول کرنے کے لئے قائم کی جانے والی 198 افران پر مشتعل کمشنر کراچی کی فوج ظہر موج مہنگائی کو کنٹرول کرنے میں بری طرح ناکام غالب ہوئی ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ جب تک کمشنری نظام سے شاہانہ ہزار اور یورو کی اسٹرلنگ ختم نہیں ہو گا، تب تک عوام کے مسائل جوں کے توں رہیں گے، وہ غربت اور مہنگائی کی بھی میں پتے رہیں گے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ کمشنری نظام ہمیں "سوٹ" یعنی نہیں کرتا، کمشنری نظام دراصل

اگریزیوں نے بر صغری میں اپنے اقتدار میں عوام کو اپنا ٹکون، بلکہ غلام رکھنے کے لیے راجح کیا تھا اور کمشنری نظام میں شامل یورڈ کریں جو اگریز تھے، ان کو گورے دو صدیوں قبل اپنے اقتدار کو مضبوط و متحکم رکھنے کے لیے لائے تھے۔ انہی کے ذریعے اگریزیوں نے غیر مقصود ہندوستان پر حکومت کی اور دو صدیوں تک بر صغری کے عوام کو اپنا غلام بنائے رکھا اور ان کی طویل حکمرانی قائم رہی۔

اگریز حکومت نے بر صغری پر حکومت کرنے کے لئے کمشنری نظام میں کمشنر، ڈپٹی کمشنر اور اسٹینٹ کمشنر مقرر کر کرکے تھے، جو اپنے علاقوں میں وسیع و عریض حفاظت سرکاری عمارتوں میں رہتے تھے، جن کی حفاظت کے لئے بڑی تعداد میں سکپریٹی اہلکار اور دوسرا عملہ مقرر ہوتا تھا۔ یہ سارا نظام اگریز سرکار نے ہندوستان پر اپنی گرفت مضمبوط رکھنے کے لئے اپنارکھا تھا، جو ان کی ضرورت تھا، اگریزیوں کے جانے کے پون صدی بعد بھی یورو کریں اپنے مفاد کی خاطر اس نظام کو قائم و دائم رکھنے ہوئے ہے۔ صدر جزل پر یونیورسٹی شاہید اس بات کو بجا پا گئے تھے، چنانچہ انہوں نے اختیارات کی خلی سلطنت تک منتقلی کا نظام متعارف کرایا۔ جزل پر یونیورسٹری ملک کے واحد سربراہ تھے، جنہوں نے ملک کے عوام کی کمشنری نظام سے جان چھڑائی تھی اور برے برے 20 گریڈ تک افسران کو عوام کے منتخب ناظمین کے ماتحت کر دیا تھا اور عوام کی کمشنر، ڈپٹی کمشنر اور اسٹینٹ کمشنر سے جان چھوٹ گئی تھی، مگر نام نہاد جمہوری حکومتوں نے 2008ء میں اقتدار میں آنے کے بعد اگریز دور کا شاہانہ کمشنری نظام بحال کر کے عوام کو دوبارہ ان کی غلامی میں دے دیا۔ اگریز دور کی غلامانہ ذہنیت رکھنے والے نام نہاد جمہوریت پسندوں نے دوبارہ کمشنری نظام بحال کر کے دراصل اپنے ہی عوام سے دشمنی کا شوت دیا۔ اگریز دور کا کمشنری نظام تو بحال کر دیا گیا، مگر افسوس ناک بات یہ ہے کہ اگریز دور میں کمشنری نظام سے

میں سیسی ڈائریکٹر سعادت میمن کے خلاف کی جانے والی اگوازی میں پسند افسر زاہد میرانی کو ڈائریکٹر کرنے کے لئے ڈائریکٹر اینٹی کرپشن پر دبایا رہا ہے، جس کے بعد کشٹی یوشن اور ویٹی لیکٹر خریاری کی اگوازیاں ڈائریکٹر ہونے کا قوی امکان ہے شہری کا کہتا ہے کہ اگوازی صاف شفاف نہیں کی گئی، عدالت سے رجوع کریں گے کیوں کہ یہ محنت کشون کے خون پیسے کی کمائی ہے جسے بڑی دیدہ دلیری سے کرپٹ عطا کرلوٹ رہے ہیں اس کے علاوہ ٹریڈ یونیورسٹی سے مل کر سیکی سمیت لیبرڈی پارٹی ٹائمٹ میں ہونے والی کرپشن کے خلاف بھرپور احتجاجی تحریک شروع کی جائے گی۔

ساہیں سرکار نے سیالاب متأثرین کو بھی نہ چھوڑا

ساہیں سرکار کی حکومت اور لوٹ کھوٹ تو یہیے لازم و ملزم ہیں، ساہیں سرکار کی حکومت ہو اور کرپشن کی خبر نہ آئے تو یہ ساہیں سرکار کی بے عزمی کے مترادف ہے۔ ایک کے بعد ایک کرپشن اسکینڈل منظراً عام پر آتا رہتا ہے۔ شیاری موڑوے اسکینڈل کے اہم کرداروں دو سابق ڈپٹی کمشنز کی موڑوے میں لوٹ مار کے بعد میں کرپشن کا ایک یا اسکینڈل منظراً عام پر آگیا ہے سندھ اور وفاقی حکومت نے سیالاب متأثرین کی امداد کے نام پر مختلف ڈپٹی کمشنز کو قریب اہم کی تھی ایک بھی ٹیلی ویژن چینل کی جانب سے حاصل کردہ آئی ٹیلی جرزاں آف پاکستان کی ایکش آڈٹر پورٹ کے مطابق سیالاب متأثرین کے فتنہ میں میں کرپشن کا اکٹھا ہوا ہے رپورٹ کے مطابق سابق ڈپٹی کمشنز میاری عدناں راشد نے سیالاب متأثرین کے ساتھ 4 کروڑ روپے غیر قانونی طور پر نکالا، جبکہ سابق ڈپٹی کمشنز میاری عدناں راشد نے سیالاب متأثرین کے ساتھ 3 کروڑ روپے غیر قانونی طور پر نکالا۔ ایکش آڈٹر پورٹ میں بتایا گیا ہے کہ دونوں ڈپٹی کمشنز نے رقم غیر قانونی طور پر اپنے چیک کے ذریعے کیش نکلا تھیں نیب ذرائع کے مطابق سابق ڈپٹی کمشنز میاری عدناں راشد موڑوے اسکینڈل میں پسلے ہی گرفتار ہیں، جبکہ سابق ڈپٹی کمشنز نو شہروں فیروز تاشغین عالم موڑوے کرپشن اسکینڈل میں مفترور ہیں اور جریت انگریز بات یہ ہے کہ پاکستانی پولیس جو گڑے مردے اکھڑا لاتی ہے، اتنے مگر جانے کے باوجود اس مفترور ڈپٹی کمشنز کو نہیں ڈال رہی۔ پولیس اور سی آئی ڈی والوں کے پاس بخوبی کا دفعہ نہیں دو رک مجبود ہوتا ہے، ایک بد دیانت، بے ایمان ڈپٹی کمشنز کو بخوبی پولیس کے لئے کیا مشکل ہے؟ لیکن بات وہی ہے کہ کیا پولیس واقعی مذکورہ ڈپٹی کمشنز کو بخوبی چاہتی ہے؟ سب سے اہم بات یہ ہے کہ جب سیالاب متأثرین کو بیلیف پہنچانے کے لئے مذکورہ دونوں ڈپٹی کمشنز کو کروڑوں روپے کی خلیر قدم دی گئی تو اس رقم کو بحفاظت اور ایمان داری سے سیالاب متأثرین تک پہنچانا کا کوئی صاف شفاف انتظام کیوں نہیں کیا گیا؟ اتنی بڑی رقم کا مالک و مختار صرف ڈپٹی کمشنز کو کیوں بنایا گیا؟ اس پر چیک اور بیلنس کا کوئی طریقہ کارکیوں نہیں اپنایا گیا؟ اور پھر مذکورہ دونوں ڈپٹی کمشنز جو موڑوے اسکینڈل میں بھی بہت بڑی رقم خورد بردا کچکے تھے، کیا اس رقم سے ان کا پیٹ نہیں بھرا تھا، جو سیالاب سے لئے چکے، بھوکے نگئے لوگوں کی امداد کے لئے دی گئی اتنی بڑی رقم پر بھی بے رحمی سے ہاتھ صاف کر گئے؟ ایسا کرتے ہوئے ان کے دل میں ذرہ برابر بھی خوف خدا نہ آیا؟ انہوں نے ایک لمحے کے لئے بھی نہ سوچا کہ جو رقم وہ لوٹ رہے ہیں، وہ ان مظلوم، بے بس، مجبور لاچار لوگوں کی ان کے پاس امانت ہے، جو حکومت کی جانب سے امداد ملنے کی آس میں بے یار و مددگار، بھوکے پیاسے کھلے آسمان تلے پڑے ہیں؟ سندھ سرکار میں شامل تقریباً ہر کل پر زادہ انسانیت کے نام پر کسی بدنداشت سے کم نہیں، جس کا بھی داچلتا ہے، وہ دوسرا کو مات دینا ہوا ذلالت کے عینی گز ہے کی تھہ میں جاتا تھا۔

سخت کھلبلی بھی ہوئی ہے جس پر جوابی کارروائی کرتے ہوئے محمد آزاد راجی کے سشم نے ادارے کو مالی بحران میں بچتا کر دیا ہے، واٹر بورڈ کے سینئر افسران نے میٹرڈ ٹیلی ویژن کے شبکہ اندھریز میں صرف ایک ایکینٹن کے مجاہے ہر انڈنٹری زون کیلئے الگ الگ ایکینٹن اور دیگر عملے کی تعیناتی کا مطالبہ کیا ہے تاکہ ادارے کی ریکوری میں کی جانے والی میں بدنداشت بخوبی مکن ہو سکے، علاوہ ازیں واٹر بورڈ میں پیدا ہوئے والے مالی بحران کے باعث ادارے کے مالی میں سمیت شہر میں مرمت اور درستگی کے کام کرنے والے ٹھیکے داروں کا عید کی خوشیوں سے محروم ہونے کا خطرہ پیدا ہو گیا ہے، دوسری طرف کروڑوں کی ادائیگیاں نہ ہونے پر ٹھیکیداروں نے شہر میں مرمت کا کام کرنے سے مفرط کر لی ہے اور بیچچے ہوتا کر دی ہے، ٹھیکیداروں نے بڑی تعداد میں ایک ڈی واٹر بورڈ کے دفتر کے باہر دھرنا بھی دیا اور فوری ادائیگیوں کا مطالبہ کیا۔ اگر ٹھیکیداروں کی جانب سے مرمت کا بند کئے جانے کا سلسلہ جاری رہا تو شہر میں فراہمی و نکاحی آب کی ابتو سورج تھال پیدا ہونے کا خطرہ ہے۔

سیسی میں کروڑوں کی خورد برد

لیبرڈی پارٹی ٹائمٹ کے ذمیں ادارے سندھ اسکی پلائز سوش سکیوئری انسٹی ٹیوشن میں کروڑوں روپے کی خورد برد کے معاٹے پر بھکر اینٹی کرپشن سندھ نے تحقیقات کا آغاز کیا سابق ڈائریکٹر پر کیور منٹ سیسی ڈائریکٹر سعادت میمن کے خلاف اینٹی کرپشن سندھ کوئی شکایات موصول ہوئیں، جس پر اینٹی کرپشن نے تحقیقات کا آغاز کرتے ہوئے تمام اہم شواہد حاصل کر لئے، جس کے بعد تحقیقات کا دادرسہ مزید وسیع کر دیا گیا۔ میں بندھوپورڈ ڈائریکٹر یہ میں سیسی کو لوز شہر میں ایک خط کے ذریعے اینٹی کرپشن کے سرکل آفیسر علی نواز پھنور نے ذاتی حیثیت میں تمام ریکارڈ کے ہمراہ طلب کیا تھا ذرائع کے مطابق ڈائریکٹر سعادت میمن نے مالیاتی سال 2019-20 میں میسر اونپکس ایٹریشن کے ساتھ ملی بھگت کر کے ویٹی لیکڑی اسی کے نام پر کروڑوں روپے کا غبن کیا، جس پر ایک شہری نے کئی شکایات بھکر اینٹی کرپشن کوی تھیں جس پر اینٹی کرپشن نے تحقیقات کی اور اہم شواہد اکٹھے کر لئے تحقیقات میں اہم اکٹھافات سامنے آئے۔ ڈائریکٹر پر کروڑوں روپے کا غبن کیا، جس پر ایک شہری نے کئی شکایات بھکر اینٹی کرپشن کی خریداری کے نام پر کروڑوں روپے کا غبن کیا، جس پر ایک شہری نے کئی شکایات بھکر اینٹی کرپشن کوی تھیں جس پر اینٹی کرپشن نے تحقیقات کی اور اہم شواہد اکٹھے کر لئے تحقیقات میں اہم اکٹھافات سامنے آئے۔ ڈائریکٹر پر کیور منٹ نے میں بندھوپورڈ ڈائریکٹر کے نام پر میسر اونپکس ایٹریشن کے ساتھ ملی بھگت کر کے ویٹی لیکڑی اسی کے نام پر کروڑوں روپے کی خریداری کے چلکی کا غذات بنا کر سرکاری فنڈز میں کروڑوں روپے کی خورد برد کی، جس کے بعد امیدی تھی کہ کروڑوں روپے کی کرپشن کرنے والے راشی افسران کے خلاف اینٹی کرپشن سندھ کے افسران مقدمہ درج کر کے انہیں قانون کے کٹھے میں لائیں گے، مگر تا حال ایسا نہیں ہوا۔ حالانکہ کروڑوں روپے کی خورد برد کے معاٹے پر سابق ڈائریکٹر پر کیور منٹ سیسی ڈائریکٹر سعادت میمن کے خلاف اینٹی کرپشن سندھ نے تحقیقات کا آغاز کرتے ہوئے ایک ڈی ایٹی حیثیت میں میسر اونپکس ایٹریشن کے ساتھ ملی بھگت کر کے ویٹی لیکڑی اسی کے نام پر کروڑوں روپے کا غبن کیا تھا، جس پر مکمل اینٹی کرپشن سندھ نے اہم شواہد بھی اکٹھے کر لئے تھے، مگر اتنے اہم شواہد حاصل ہو جانے کے باوجود ایک ڈی ایٹی حیثیت میمن پر ہاتھ نہیں ڈالا جاسکا، کیونکہ ذرائع کا کہنا ہے کہ کروڑوں روپے کی کرپشن کرنے والے سیسی ڈائریکٹر سعادت میمن کے خلاف کی جانے والی اگوازی کو دبانے کے لئے مکمل اینٹی کرپشن سندھ پر اعلیٰ حکام کی جانب سے دبا آنا شروع ہو گیا ہے، جس پر شکایات کرنے والے شہری نے خدا شہ نظاہر کیا ہے کہ کروڑوں روپے کی کرپشن میں ملوٹ سیسی ڈائریکٹر سعادت میمن کے خلاف تمام شواہد غائب کر دیئے جائیں گے تاکہ کسی بھی قسم کا کوئی ثبوت باقی نہ رہے۔ یاد رہے، سیسی میں ہونے والی بڑے بیکانے پر کنٹری یوشن سمیت ویٹی لیکڑی اور دوں کی خریداری کی مد میں کرپشن کے خلاف مذکورہ شہری کی شکایات پر بھکر اینٹی کرپشن سندھ کی جانب سے اگوازی کی گئی تھی ذرائع نے ہو گئی کیا ہے کہ اینٹی کرپشن



تاریخ میں پہلی بار کسی حکومت کی طرف سے سپریم کورٹ کا فیصلہ مسترد کرنے کی ہٹ دھرمی سامنے آئی ہے

قومی اسمبلی میں سپریم کورٹ کے فیصلہ کے خلاف قرارداد اصل ملک کو بناانا اسٹیٹ بنا نے کے عمل کی عکاسی کرتا ہے

واضح طور پر مدت لکھ کر بتا دی ہے، وہاں دو جن دو کی دھمکی صرف بلکہ میانگ ہے جو تاریخ کے سیاہ اور الامعاملہ ہے۔ اس کے لیے تو ایک بچ کیا، قانون کا ایک ادنیٰ ساطابعالم بھی کافی ہے جس نے آئین کی متعلقہ شق دیکھنی ہے اور لفظ بالفاظ کا پی کرنے والے، اتنے اوپن اینڈ شٹ کیس کا کوئی

کے لئے تیار ہو جاتا ہے۔ بالکل بھی رو یا اس وقت موجودہ حکوم رانوں کا ہے، جو انتخابات کرنا نہیں چاہتے، چنانچہ اس کے لئے وہ ہر وہ ہتھیار نہ ہو سکتے جو کسی سیاست دان کی مرضی و مثاثا اور پسند کے مطابق نہ ہو، وہ پوری طاقت سے اس کی خلاف شروع کر دیتا ہے، چاہے اس اختلاف سے ملک و قوم کو کتنا ہی اقصان کیوں نہ پہنچے، مگر اسے اس صورتحال درپیش ہوتا وہاں لا رجیٹیشن کا مطالباً سمجھ کی کوئی پروانیں ہوتی۔ اسے اگر پروایا فکر ہوتی میں آتا ہے، کیونکہ وہاں مختلف مابرین قانون کی آراء لے کی ضرورت ہو گی، مگر جہاں آئین نے



فیصلہ دینے کی بجائے صرف وقت ضائع کرنے کی پریش میں مشغول ہیں۔ کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ فیصلہ تو انتہائی واضح ہے۔ اس حوالے سے زبان کھوئی تو فیصلہ میراث پر کتنا پڑے گا لہذا انکشیکی داد کھیل کر پیش کوئی تنازع بنا دیا جائے۔

حریت اگزیکٹیو بات یہ ہے کہ یہ کم و بیش وہی پیش ہے، جس نے عدم اعتمادیتی بنا کر تحریک انصاف کی



جادید الرحمن خان

پاکستانی سیاست میں "میں نہ مانوں" کی روش اتنی بھی پرانی ہے، جتنی پاکستان کی عمر ہے، ہر دہ بات یا فیصلہ جو کسی سیاست دان کی مرضی و مثاثا اور انسانی فائدہ مند نظر آ رہا ہے۔ جیسے حکومت کی جانب سے انتخابات کے حوالے سے لا رجیٹیشن تھکیل ملک و قوم کو کتنا ہی اقصان کیوں نہ پہنچے، مگر اسے اس کی کوئی پروانی ہوتی۔ اسے اگر پروایا فکر ہوتی ہے، تو صرف اپنے اس ذاتی مفاد کی، جس کی خاطر وہ پورے ملک کے مفاد کو داک پر لگانے

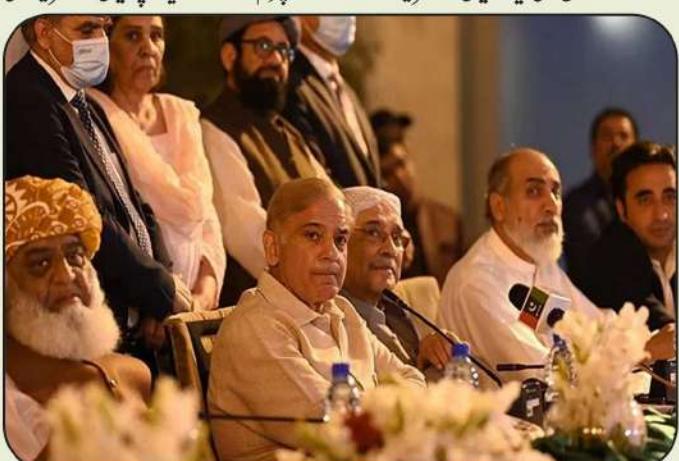
عیسیٰ کے خلاف کیورٹیو روپور نیفر اس واپس لئے کی ہدایت بھی کر دی دی۔ اس حوالے سے وزیر اعظم کا کہنا تھا کہ رینفرس کے نام پر جلس قاضی فائز عیسیٰ اور ان کے اہل خانہ کو ہراساں اور

داری اب اس تیجے نے اٹھائی ہے، اس خوفناک اور ڈھنائی سے کی گئی سہولت کاری اور وہ میں شوکے خلاف پریم کورٹ کی اکثریت نے بغاوت کر دی تھی۔ وقت آگیا ہے کہ پارلیمنٹ اس سہولت کاری

میں رینفرس دائر کرنا چاہیے، یہ فیصلہ چارج شیٹ ہے، انہوں نے آئینہ ری رائٹ کیا ہے۔ انصاف نے اس وقت فیصلے کو تسلیم کر لیا تھا اور کسی لیدر نے فیصلہ نہ مانے کی وجہ سے ایکشن کے حوالے سے پریم کورٹ کے فیصلے پر تقدیر کرتے ہوئے کہا گا۔ لیکن اس فیصلے نے برادر استحریک انصاف کی حکومت کو ختم کر دیا تھا۔ اب جو کیس پریم کورٹ کے سامنے چل رہا ہے، اس کے نتیجے میں تو پی ڈی حق پر ضرور اصرار کرنا چاہیے۔ پارلیمنٹ نے چند

موجودہ حکومت نے جودوسر 11 اہم کام کیا ہے، وہ سینیٹ آف پاکستان کی جانب سے پریم کورٹ پر پیکش ایڈپر و سیمبل 2023 کی مظہوری ہے، اس مل کے حق میں 60 اور مخالفت میں 19 ووٹ پڑے۔ اس مل کی مظہوری کے بعد یہ بات بآسانی سمجھ میں آئتی ہے کہ نمکورہ مل کی مظہوری سے دراصل موجودہ چیف جسٹس آف پاکستان عمر عطاء بنديال کو قابو کرنے یادوسرے الفاظ میں حکومت کی مرضی و منشاء کے خلاف فیصلے کرنے کا راستہ بند کر دیا گیا ہے۔

ایم کی حکومت ختم بھی نہیں ہو رہی، یہ تمغص ایکشن کمیشن اور عمران حکومت کے درمیان ایکشن کی تاریخ سے متعلق ایک کیس ہے، جس پر پوری پیڈی ایم قیادت با ولی ہوئی پھر رہی ہے جب کہ وہ قادر اور سلیمان مانغا تکمک کہہ دیا گیا۔ کیا نظر یہ ضرورت صرف ڈائیکٹروں کے لیے ہے؟ کبھی سیاستدانوں کے لیے بھی سیاست ہو جاتا ہے اور اس سے محاذ آرائی کی طرف بڑھ رہی ہے اس کے میان میں بیٹھے میاں نواز شریف کی



ایپی پرانی روشن برقرار رکھتے ہوئے کھل کر عدالت عظیم کے خلاف بولنا شروع کر دیا ہے۔ لندن سے پرلس کانفرنس کرتے ہوئے نواز شریف کا کہنا تھا کہ ہم 70 سال سے بھی دیکھ رہے ہیں، 1953 سے نظر یہ ضرورت کے تحت فیصلے آرہے۔ سوچنے والے کو کھل کر عدالت کی چیف آرگانائزر اور سینیٹ نائب صدر مریم نواز نے کچھ یوں اظہار خیال کیا کہ 'دفاتر کا بینہ' کی جانب سے ایکشن کے حوالے سے پریم کورٹ کا فیصلہ مسترد کر دینا کافی نہیں ہے۔ اسکے لئے ایک اہم لذی ہے جس میں مریم نواز نے لکھا کہ آئین و قانون کی وجہاں اڑاکر لاذلے کو مسلط کرنے کی کوشش کرنے والوں کو لیا گیا ہے۔ اسکے لئے ایک اہم لذی ہے جس میں مریم نواز نے مزید لکھا کہ 4 بجہ کا پہلے ہی آج کا 4 بجہ کے فیصلے کو نہیں مان رہا، یہ فیصلے نہیں، وہ میں شوہ، اس کیس کا فیصلہ 4 بجہ کا پہلے ہی آج کا قیض، کھوسہ اور غائب ثار نے انجام دیا، وہ ذمہ ہے۔ ان تین بجھ کے فیصلے پر پریم جوڑی پیش کرنے



بدنام کیا گیا، یہ رینفرس نہیں تھا، آئین اور قانون کی راہ پر چلتے والے ایک منصف مراجع بھی خلاف ایک تیغہ مراجع شخص عمران نیازی کی اتفاقی کا روایتی تھی، یہ عدیلیہ کی ازادی پر شب خون اور اسے تیسم کرنے کی نہ موم سازش تھی۔

اس کے علاوہ موجودہ حکومت نے جودوسر اہم کام کیا ہے، وہ سینیٹ آف پاکستان کی جانب سے پریم کورٹ پر پیکش ایڈپر و سیمبل 2023 کی مظہوری ہے، اس مل کے حق میں 60 اور مخالفت میں 19 ووٹ پڑے۔ اس مل کی مظہوری کے بعد یہ بات بآسانی سمجھ میں آئتی ہے کہ نمکورہ مل کے

کو اپنے آئینی اور قانونی ہاتھوں سے روک دے۔ مریم نواز کا کہنا تھا کہ پریم کورٹ کا فیصلہ اس سازش کا آخری وار ہے، جس کا آغاز آئین کو write-re write کر کے، پنجاب حکومت پلیٹ میں رکھ کر تیغہ کے لاذلے عمران کو پیش کی گئی کہ لوہیا توڑ دوتا کہ ہم جیسے سہولت کاروں کی موجودگی اور عمرانی میں تمہیں دوبارہ سلیکٹ کیا جائے۔ ان لیگ کے نذکورہ دو اہم عہدے داروں کی عدالیہ پر حکم خلا گولہ باری سے واضح طور پر محسوں ہو رہا ہے کہ موجودہ حکومت نے عدیلیہ کو قابو کرنے کا پختہ فیصلہ کر لیا ہے۔ ویسے بھی ان لیگ، بالفاظ دیگر نواز شریف کی

اس ساری تبدیلی کے ڈانٹے اس بات سے ملتے نظر آتے ہیں کہ پریم کورٹ میں صوبہ خیبر پختونخوا اور پنجاب اسمبلی میں ایکشن کی تاریخ تبدیل کرنے کے خلاف تحریک انصاف کی درخواست پر ساعت کرنے والا 5 رکنی لارج بیچنگ نوٹھ گیا ہے۔ پہلے لارج بیچنگ میں شامل جسٹس امین الدین خان نے مقدمے کی ساعت کرنے سے معدورت کی، جس کے بعد چیف جسٹس عمر عطاء بنديال اور دیگر جنرل آئٹھر کر چلے گئے

تاریخ اٹھا کر دیکھی جائے تو وہ اعلیٰ عدالیہ سے محاذ آرائی سے بھری نظر آتی ہے۔ حکومت کی جانب سے پریم کورٹ کے سینیٹریں تین جج جسٹس قاضی میں حکومت کی مرضی و منشاء کے خلاف فیصلے کرنے کا راستہ بن دیا گیا ہے۔

اس ساری تبدیلی کے ڈانٹے اس بات سے ملتے نظر آتے ہیں کہ پریم کورٹ میں صوبہ خیبر پختونخوا اور پنجاب اسمبلی میں ایکشن کی تاریخ تبدیل کرنے کے خلاف تحریک انصاف کی درخواست پر ساعت کرنے والا 5 رکنی لارج بیچنگ نوٹھ گیا ہے۔ پہلے کامیکس اسی سلسلے کی ایک اہم لذی ہے جس میں مریم

حکومت کی جانب سے پیروی نہ کرنے کا فیصلہ کیا گیا ہے۔ وزیر اعظم کی زیر صدارت کا مینہ پہلے ہی اس فیصلے کی منظوری دے چکی ہے۔ وزیر اعظم نے وزیر قانون سینیٹ اعظم نے میرزا رامز کو جسٹس قاضی فائز



فیصلہ بھی ایک از خود نوٹس کیس میں دیا گیا تھا۔ جس قاضی فائز عیسیٰ کے تحریر کردہ فیصلے پر جس امین الدین خان کے بھی وحظی ہیں، جبکہ جس شاہد وحید نے اختلاف کیا۔ اس فیصلے میں قرار دیا گیا کہ قادر یا رمل بنائے جانے تک ایسا کہ وحشیانہ عدالت میں آیا، چیف آرڈنل 184 تین (یعنی از خود نوٹس) کے تحت نئے جانے والے تمام کیمروں کی طبق ایسا کہ وحشیانہ عدالت میں آیا، چیف جس نے نشت پر بیٹھتے ہی کہا کہ پہلے ہمارے دوست حق جس امین الدین خان کچھ کہنا چاہتے ہیں،

جس امین الدین خان جو 5 رکنی لارج بیٹھی میں شامل ہجڑ میں سب سے جو نیز ہیں اور اخراجی دا کیں جانب بیٹھتے ہیں، انہوں نے اپنی بائیں جانب ہجڑ کو دیکھا اور گویا ہوئے:

”نہایت قابل اعتماد چیف جس کی اجازت سے یہ کہنا چاہتا ہوں کہ گرشنہ رو ز جس قاضی فائز عیسیٰ نے سموٹو اخیار اور پیغمبر کی تکمیل کے حوالے سے جو فیصلہ دیا تھا، اس میں ان کے ساتھ شامل ہوں۔ اپنے فیصلے کے ساتھ کھڑا ہوں، اس لیے اس مقدمے کی مزید ساعت سے معدتر خواہ ہوں۔ جس امین الدین خان کے اس اعلان کے ساتھ ہی بیٹھ ٹوٹ گیا۔

سوال یہ ہے کہ بیٹھ تو شے کی وجہ بننے والا فیصلہ کیا ہے؟ ہوا یہ ہے کہ پریم کورٹ کے کئی ہجڑ طویل عرصے سے چیف جس کے اخیارات کو ریگولیٹ کرنے کی بات کرتے آئے ہیں۔ گزشتہ ساعت پر جس امین الدین خان مندوخیل نے بھی کہا تھا کہ اب اس معاملے پر دو عدالت فیصلے آ جکے ہیں کہ چیف جس کے سموٹو لینے اور پیغمبر کی تکمیل کے اخیار کو

ماہرین کے مطابق بیٹھ کی از سرنو تکمیل پر بھی مقدمے کے فریق عدالت میں سوال اٹھا سکتے ہیں۔ یہ سوال بھی تاحال آئینی و قانونی ماہرین کے سامنے ہے کہ اس مقدمے میں فیصلہ 3 ہجر کا ہے یا 4 ہجر کا؟ اس سوال کا جواب پریم کورٹ ہی اپنے فیصلے میں دے گی، اگر ایک بار پھر اس حوالے سے ہجڑ میں اختلاف پیدا ہوئے۔

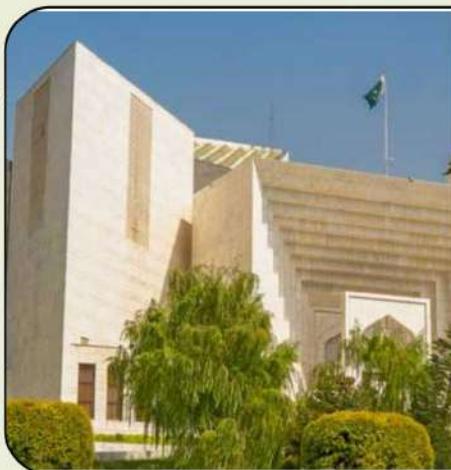
یہ بات بھی قابل غور ہے کہ پریم کورٹ کے دو فاضل ہجڑ صاحبان نے اپنے تحریری فیصلے میں پریم کورٹ کے چیف جس صاحب کے اختیارات کے بارے میں اعتراض اٹھایا ہے اور لکھا ہے کہ پوری پریم کورٹ کا ایک شخص کے رحم و کرم پر نہیں چھوڑا جاسکتا۔ یہ بات اتنی مفہوم خیز ہے کہ اسے سمجھی گی سے یا ہی نہیں جاسکتا، کیوں کہ یہ بات، بلکہ فیصلہ عدالتی کے ہجڑ صاحبان کا ہے۔ ان معزز ہجڑ صاحبان کے اعتراض کو اگر درست مان لیا جائے یا تسلیم کر لیا جائے تو پھر اس بات کا اطلاق ہر شعبہ زندگی پر ہوتا چاہئے۔ اس فیصلے کے بعد جا طور پر نہایت اہم یہ سوال بھی پیدا ہوتا ہے کہ کیا 7 لاکھ فون کو شخص ایک شخص، یعنی چیف آف آری اساف کے رحم و کرم پر چھوڑا جاسکتا ہے یا نہیں؟ کیا پوری منتخب اس بدلی کو کسی ایک شخص، یعنی اپنکر کے رحم و کرم پر چھوڑا جاسکتا ہے یا نہیں؟ کیا ملک کو کسی ایک شخص، یعنی وزیر اعظم کی صوابدید پر چھوڑا جاسکتا ہے؟ اسی طرح اس بات کو دیگر اداروں تک بھی وسیع کر کے ان کے بارے میں سوچنا پڑے گا۔

نہایت حریت کی، بلکہ شرم ناک بات ہے کہ صرف ایک سرا یافتہ ہجڑ کو جانے کے لئے سارا ستم داؤ پر لگادیا گیا ہے اور ہر شخص، ہرادارہ اس کے قدموں میں پڑا ہے، صرف اس لئے کہ انھیں پیسہ، عہدہ، مراعات چاہیں!

الدین خان اب سموٹو کیس سننے سے معدتر کر کیا جائے۔ فیصلے میں کہا گیا کہ آئینی چیف جس کو صوابدیدی اختیارات نہیں دیتا۔ پریم کورٹ میں مقدمات سننے کے لیے ہجڑ کے بیٹھ کی تکمیل قانونی ماہرین کے مطابق بیٹھ کی تکمیل ایک اہم مرحلہ ہوگا، کیونکہ اب تک 4 ہجر اس کی ساعت سے الگ ہو چکے ہیں، جن میں جس میں بھی آفریدی، جس امین الدین خان شامل ہیں۔ نئے عدالتی بیٹھ میں 5 یا اللہ، جس میں منصور علی شاہ اور جس امین الدین خان شامل ہیں۔ یہ کہنا چاہتا ہوں کہ گرشنہ رو ز جس قاضی فائز عیسیٰ سے زیادہ ہجڑ شامل کیے جاسکتے ہیں، لیکن ہجڑ کی تعداد کم نہیں کی جاسکتی۔ قانونی ماہرین کے مطابق بیٹھ کی از سرنو تکمیل پر بھی مقدمے کے فریق عدالت میں سوال اٹھا سکتے ہیں۔ یہ سوال بھی تاحال آئینی و قانونی ماہرین کے سامنے ہے کہ اس مقدمے میں فیصلہ 3-ہجر کا ہے یا 4-ہجر کا؟ اس سوال کا جواب پریم کورٹ ہی اپنے فیصلے میں دے گی

چیف جس اور تمام ہجڑ پر مشتمل ہوتی ہے۔ چیف صرف عدالت کے اپنے بناۓ گئے روزی یا قواعد جس کو خصوصی بیٹھ بنانے کا اختیار نہیں۔ کے تحت کی جاتی ہے، اس حوالے سے کوئی قانون جس امین الدین خان چونکہ 5 رکنی لارج بیٹھ نہیں ہے۔ اس ساری صورت حال میں قانونی معاملات سے واقعیت رکھنے والے ہر شخص کے ذہن میں یہ سوال پیچہ اور ہو سکتا ہے کہ اس مقدمے میں آگے کیا ہو سکتا ہے؟ ملک کے دوسروں میں ایک ایش کرانے کے از خود نوٹس کیس کی ساعت کے لیے اب چیف جس سموٹ عمر عطا بندیاں کو کیا یا بیٹھ تکمیل دینا ہوگا؟

قانونی ماہرین کے مطابق نئے بیٹھ کی تکمیل ایک اہم مرحلہ ہوگا، کیونکہ اب تک 4 ہجر اس کیس کی ساعت سے الگ ہو چکے ہیں، جن میں جس میں بھی آفریدی، جس امین الدین خان منصور علی شاہ اور جس امین الدین خان کے لئے سارا ستم داؤ



بنیادی طور پر چیف جس کے از خود نوٹس لینے سے شروع ہوا تھا، اس لئے جس قاضی فائز کا فیصلہ بیٹھ میں 5 یا اس سے زیادہ ہجڑ شامل کیے جاسکتے ہیں، لیکن ہجڑ کی تعداد کم نہیں کی جاسکتی۔ قانونی



عوام کی سہولت اور مہنگائی کا بوجھ کم کرنے کیلئے کراچی میں کچھ درمند دل رکھنے والوں نے فلاجی اسٹال لگائے

جس طرح کی لوٹ مار اور ان اسٹالز پر توڑ پھوڑ کی گئی یہ ہماری قوم کی مجموعی نفیات کی عکاسی کرتا ہے۔ افسوس کہ پاکستان میں اکثریت کی نفیات ایسی ہی بُتی جا رہی ہے

فرودخت ہوتا۔
پھل بایکاٹ مہم کی کامیابی ہمیشہ نہیں ملتی۔
قرائین کو یاد ہو گا کہ 2017 میں بھی چپلوں کی بایکاٹ مہم کے خالصین کا ہبنا بھی کچھ ایسا ہی ہے کہ غیر بڑھی بانوں کو بایکاٹ کے نام پر اور اس مہم نے اقتصادی منافع خوروں کی مینڈس ایزادی نشانہ کیوں بنایا جا رہا ہے، اصل قصور اور آڑھنی تھیں۔ صرف تین دن میں بایکاٹ کے شہت متأخر اور وہ ذخیرہ انداز ہیں جو طلب بڑھنے کے انتظار میں سارا مال سرخانوں میں اتناک کر لیتے ہیں۔ گریٹ تھیں۔ لیکن یہ شہت متأخر بھی اضافہ عارضی ہے، کیونکہ نیز چپلوں کی قیتوں میں یہ اضافہ عارضی ہے،

وقار احمد شیخ / سید عبدالحسین
آج کل سو شش میڈیا پر چپلوں کی بایکاٹ مہم کی کال عروج پر ہے۔ کچھ اس بایکاٹ مہم کے حامی اور کچھ قیتوں پر فروخت کیے جا رہے ہیں۔ رمضان کی آمد کے ساتھ ہی تمام پھل تین گناہ کی بات تو ہے کہ جو پھل رمضان المبارک کا چاند نظر آنے سے پہلے مناسب قیمت میں دستیاب تھے، اب تین گناہ خود پر بینچ جا رہے ہیں۔ طلب ملک میں مہنگائی تو خبر بھی کم نہیں تھی، لیکن رمضان ورسد کا قانون اپنی جگہ، لیکن ایسی بھی کیا اندر ہر اور



ہوئے تھے کیونکہ کہتے ہیں ناں کہ ”پورچوری سے جائے ہیرا پھیری سے نہ جائے“۔ آڑھتی اور ذخیرہ ہے۔ بایکاٹ کرنے والے دس میں روپے کے اندوز بایکاٹ مہم کے ختم ہونے کے کچھ دن بعد اضافے پر تو تاچچا چانگ پا ہیں لیکن ملک میں بڑھتی دوبارہ اپنی پرانی روشن پر آگئے۔ ریڑھی بانوں کو مہنگائی کے خلاف خاموش ہیں۔ پڑول، آنا، چاول اور دیگر تمام ہی اشیاء صرف کی قیتوں میں

کیا تاجائز منافع خوری۔ چپلوں کا بایکاٹ اگر ان منافع خوروں کی بھی بھی کی نہیں رہی۔ یوں لگتا ہے جیسے ملک میں صرف آٹے میں نمک کے برادر ہی ایک صائب عمل ہے اور قوم کو اس بایکاٹ مہم میں بھرپور حصہ لینا چاہیے۔ ویسے تو بایکاٹ جیسی محنت ہر سال ہی سو شش میڈیا

اس کے ساتھی پہلو کو اجاگر کیا ہے۔ خاص طور پر وہ پارسیں جو انٹر میٹھ فائلنگ کے رد عمل میں ہمارے جسم کے اندر ہو رہے ہوتے ہیں جیسے کہ بیتلز کی مسلسل مرمت، گلکوز اور دمرے کی یونیکلز کے لیوں کی درجنی، نظام باضہ اور جگر کے اغوال کی بہتری، قوتِ مدافعت میں اضافہ اور جسم کو تو انا رکھنے کیلئے پہلے سے ذخیرہ شدہ باڑی فیٹ کا استعمال۔ انہی کی ایک تحقیق کے مطابق مشرق وسطی میں موزوی امراض پوری دنیا کی نسبت اس لیے کم ہیں، کیوں کوہاں پورا ایک مہینہ فائلنگ کی جاتی ہے، البتہ شوگر کا مرض زیادہ ہے، کیوں کہ کھانے پینے میں بداعطاً بھی کی جاتی ہے۔ آج جس راز کو انگریزوں نے پایا ہے وہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے اوپر چودہ سو سال پہلے ہی عیان کر دیا تھا۔

اے ایمان والوں تم پر روزہ فرض کیا گیا ہے۔
(ابقیر 184)

قرنوں اولیٰ پر چھپلے زمانے میں رمضان میں اور اس کے علاوہ بھی کم کھانے کا معمول تھا۔ نبی کرم صل (الشاعریہ) و علم نے بھی اس کی تنقیب دی ہے اور فرمایا کہ مذموم ایک آنت سے کھاتا ہے اور کافر سات آنٹوں سے۔ (حجج، تخاری)

آپ صل (الشاعریہ) و علم نے یہ بھی فرمایا، مفہوم ہے کہ معدے کے تین حصے کیا کرو، ایک کھانے کا، ایک پانی کا اور ایک ہوا کا (ترمذی، ابن ماجہ) مگر ہم اس کے بالکل برکس ہیں۔ ہم اس طرح کھاتے ہیں جیسے شاید اس کے بعد ہمیں کھانا نصیب ہی نہیں ہو گا اور ہمیں سے خوبیات کا دروازہ کھلتا ہے۔ یہ دین اور دنیا و دنوں کے اعتبار سے نہایت لفظان دہ ہے، اس کے مضرات طولی مدتی ہوتے ہیں، جس کا احساس تب ہوتا ہے جب ناقابل تلافی لفظان ہو چکا ہوتا ہے۔ دنیٰ اعتبار سے بھی یہ وقت کافی ضایع ہے جس کو اسی وجہ کام کے استعمال میں کار آمد بنایا جاسکتا ہے۔

آئیے اس رمضان یہ عبید کریں کہ ہم اپنی قوانین ایسا اللہ کو راضی کرنے پر خرق کریں گے اور رمضان اس طرح گزاریں گے جیسا اس کو گزارنے کا حق ہے، نہ کہ باور پی خانے اور دستخوانوں کی زینت بن کر۔ ہم رمضان میں اور اس کے علاوہ بھی اپنی صلاحیتیں اپنی صحت کی حفاظت اور نشوونما پر مرکز رکھیں گے۔ اللہ ہم سب کو اس راز کو پالیں گے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا کرے۔ (آمن)

یہ اس کی روح ہے۔ اس کے نقصانات اس کے فائد پر بھاری ہیں۔ آئیے اس کے ساتھی پہلو پر ایک نظر ڈالتے ہیں اور اس بات کو سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں کہ مسلم خوف خدا کریں گے اور سرکاری ادارے متوازن غذا سے روزے کے وہ مقاصد حاصل یہے جا سکتے ہیں جس سے جسم بھی تو انا رہ سکتا ہے اور ذہن بھی پسکون۔

ریسرچ اور تحریر کے بعد یہ بات ثابت ہوئی ہے کہ صرف دو وقت غذا بیت سے بھر پر کھانا کھانے سے انسانی جسم کی تمام ضروریات پوری ہو سکتی ہیں جو اس کو تو انا اور چاق و چوبی دکھانے کے لئے بنا یا جاتا ہے کہ محروم اور اظہاری میں انواع و تحقیق کے نتیجے میں مغرب میں اب "انٹر میٹھ فائلنگ" کا رواج پر وان پڑھ رہا ہے، جس میں ایک کھانے سے دوسرا کے کھانے کے درمیان کچھ وقفہ دیا جاتا ہے۔ فائلنگ کا دورانیہ ہر انسان اپنی

تعداد تو محض آئٹے میں نمک کے برابر ہے۔ جسیں امید ہے کہ اس قوم کو اچھے دن دیکھنا نصیب ہوں ایک کھیس کیوں بند کریں گی ہیں، جبکہ ضرورت تو یہاں باہیکاٹ کی ہے تاکہ طویل مدتی متأخر حاصل کیے جائیں۔ اس کے علاوہ باہیکاٹ کرنے والے دس میں روپے اضافی دے کر بچل نہیں خریدیں گے لیکن میٹھے بیڑا بگر اور ہزاروں کے براثڑ سوت جو تر خریدنے لازمی جائیں گے۔

باہیکاٹ کے حامی اور افسوس دنوں کے نظریات اپنی اپنی جگہ درست کیں لیکن حقیقت تبی ہے کہ مہنگائی کی اس پچھلی میں غریب ہی پس رہا ہے۔ اصل قصوردار ریاستی ادارے ہیں جو اپنی ذمے داریاں نہیں بنا رہے۔ مہنگائی میں کی اور عوام کو ریلفیڈ دینا حکومت کی ذمے داری ہے۔ بازار میں سرکاری نزخوں کا اطلاق اور ناجائز منافع خوری کی روم تھام سرکاری اداروں کی ذمے داری ہے۔ آخیر پر اس کنٹرول ناجائز منافع خوری کی روم تھام سرکاری اداروں کی ذمے داری ہے۔ بازار میں سرکاری ادارے اپنی ذمے داریاں بجا کیں تو کوئی وجہ نہیں کہ ملک سے مہنگائی کم نہ ہو سکے اور عوام کو سستے دامون اشیائی صرف میرزہ ہوں۔ لیکن بات احسان ذمے داری کی ہے، جس سے صرف حکومت اور عہدے داری نہیں بلکہ عوام بھی عاری ہیں۔

عوام کی سہولت اور مہنگائی کا یوہ حکم کرنے کیلئے کراچی میں کچھ درمند دل رکھنے والوں نے فلاہی اسال نگائے۔ مہنگے بھلوں کو برائے نام قیمت پر عوام کیلئے پیش کیا۔ پچک، سبزیاں اور دیگر چیزوں کے بھی اسال نگائے گئے۔ قیمتیں نہایت ملک بلند ہونے کے برابر کی گئیں تاکہ عزت نفس بھی محروم نہ ہو۔ لیکن عوام نے ان اشالز کے ساتھ کیا کیا، یہ بھی ہمیں سو شل میڈیا پر پھیلی ویڈیو سے جو بخوبی علم ہوتا ہے۔ جس طرح کی لوٹ مار اور ان اشال پر توڑ پھوڑ کی گئی یہ ہماری قوم کی جمیونی نسیمات کی ہے اور کہا جاتا ہے کہ اسی نسیمات کی وجہ سے اسکے علاوہ سب ایک جیسے نہیں ہوئے۔

میں اس سے بھی پہلے بچ پا ماحول کے اثر اور ثواب کے شوق میں روزے رکھنا شروع کر دیتے ہیں۔ مگر کرتے ہیں یعنی اٹھارہ گھنٹے فاٹا نگ اور چھ گھنٹے کھانے کا دروازی، جس میں دو یا تین میلز کھائی جاتی ہے، وہ بلکہ زیادہ تر وقت کھانا بنانے میں گزار دیتی ہیں اور پھر پورا گھر انہاں کو کھانے میں۔

یہ سلسلہ خریداری سے شروع ہوتا ہے اور معدنیات کے معیار کو برقرار رکھتا ہے۔ اس کے ریلیس کافی شامندر اور چیرت ایگزیٹ میں۔ یہ فرب جسم کے افراد کو دنیٰ کم کرنے میں مدد دیتی ہے۔ بصورت دیگر یہ آپ کو جسمانی اور سوچی طور پر قوانار کھتی ہے۔

انٹر میٹھ فائلنگ اور ایک پیار بیوی کو ختم کرنے میں بھی مدد کرنا گزانت ہوئی ہے اور جسم و دماغ دنوں کو تازگی بخشتی ہے۔ مشہور امریکی ڈاکٹر ایک برگ جو اٹھ میٹھ فائلنگ اور کیوڈا ایجیٹ اسپیشلٹس ہیں، اپنی ریسرچ کے ذریعے اس کے پیش بھا شرات لوگوں میں پھیلا رہے ہیں۔ وہ خود بھی اس پر ایک اس کے پیچھے سوچ دی کہ اس کی صحت کو اس بڑھ دے رہے ہیں۔

زیادہ کھائیں گے اتنا تو انا رہیں گے اور روزہ اچھا گز رے گا۔ یہ روزے کا مقصد ہر گز نہیں، اور نہ ہی آس میں ہیں، جو سمجھنے میں کہاں برے لوگوں کی



طبقاتی نظام تعلیم، معیارِ تعلیم اور ہمارے بچے

ہمارے اسکول محض رٹے اور اس کے نتیجے میں حاصل ہونے والے نمبروں کی دوڑ سے باہر نکل، ہی نہیں پا رہے

میں خود اعتمادی کی کہی تھی، ان میں سے کچھ بہت پر اعتماد بھی تھے اپنے اپنے ماڈل کے بارے میں۔ لیکن اکثر بچوں کو مجھے یہ کہنا پڑتا تھا کہ تھوڑی اور بھی آواز میں بتاؤ کہ وہ بہت آہستہ آواز میں اپنا اسکرپٹ دہرا رہے ہوتے تھے۔ کچھ ایسے طلباء بھی تھے جن کی آواز تو تمیز تھی کہ ان کی بیچرے کی پوری پریشان باقاعدہ کو روگراف کی ہوئی تھی لیکن اسکرپٹ سے ہٹ کر انھیں کچھ اور نہیں پہنچا۔

عموماً میری کوشش ہوتی ہے کہ میں اپنے پیچرے وغیرہ میں بھی اپنے طلباء کو سوچنے پر مجبور کروں کہ وہ محض حاضری لگانے کی خاطر میری کلاس میں گم سرم نہ بیٹھے ہوں، اسی طرح اس مقابلے میں بھی میں نے ہر ٹیم سے یہ کوشش کی کہ ان بچوں کو ان کے اسکرپٹ سے ہٹ کر بات کرنے پر لاوں۔ اس کا ایک طریقہ تو سوال پوچھنا ہی ہوتا ہے جو کہ میں نے پوچھے اور انھوں نے اپنی عمر اور کلاس کے مطابق جواب دیے۔ لیکن ایک دوسرا ہفت سادہ سماں مطابق جواب دیے۔

لیکن ایسا بیالا جاتا ہے جس میں طلباء کو زیادہ سے زیادہ ایسا بیالا جاتا ہے۔ لیکن ایسا بیالا جاتا ہے جس میں طلباء کو زیادہ سے زیادہ نہیں پا رہے۔ تمام تو نہیں لیکن ہمارے اسکولوں کی لرنگ ایکٹوٹیز میں شامل ہونے کا موقع مل سکے۔

اس مقابلے میں سرکاری اسکول، عامگلی محلے والے غالب اکثریت آج بھی ماضی بعدی کے نظام اور طرز پر انجیبیت اسکول اور برائڈ ”برگ“ پر انجیبیت تعلیم میں پھنسی ہوئی ہے۔ جہاں ان کے خیال میں بچوں کیلئے کلاس روم سے باہر کوئی ثابت تعلیم اسکولوں کی شیں شریک تھیں۔ ان سب بیوں کے ماڈلز بھی تقریباً یکساں موضوعات پر ہی تھے، جن کا ایکٹیوٹیو ہونا ناممکن ہے۔

ڈاکٹر ابراء احمد رشید شیر کوئی سرکاری اور گلی محلے کے اسکولوں کے طلباء میں اعتماد کی کمی دیکھنے کو ملتی ہے۔ گزشتہ دنوں مجھے پشاور میں ایک بھی اسکول کے زیر اہتمام متعدد ہونے والے سائنسی مقابلے میں جانے کا اتفاق ہوا۔ بطور استاد اور سائنسدان ایسے مقابلے بمیشہ ہی میرے لیے دیکھپی کا باعث ہوتے ہیں، کیونکہ ایک طرف تو یہ مقابلے طلباء کی سائنسی موضوعات میں دیکھپی بڑھانے کا سبب بنتے ہیں تو دوسری طرف ان بچوں کا جوش و خروش ذاتی طور پر میرے لیے بھی تکین اور امید کی کرنے کے طور پر کام آتا ہے۔

یہ مقابلہ پہلی سے پانچوں جماعت کے طلباء کا تھا جس میں نئی، انوکھی یا اچھوئی سائنسی اختراعات کی توقع کرنا ظاہر ہے ممکن ہی نہیں تھا۔ اس مقابلے میں شریک بچوں نے اپنے اساتذہ کی رہنمائی میں مختلف ماڈلز بنائے ہوئے تھے جن میں نظام ششی، ماحولیاتی موضوعات جیسے آلووگی وغیرہ، اور پانی کے ٹرائیٹ پلائٹ وغیرہ کے ماڈلز شامل تھے۔

اس مقابلے میں شرکت کیلئے کوئی درجن بھر اسکولوں نے اپنے طلباء کی شیں پیچھی تھیں۔ اگرچہ پشاور جیسے شہر کیلئے جہاں سیکھوں سرکاری اور پرائیوریت اسکول ہیں، وہاں اتنی کم تعداد یقیناً ایک لمحہ فکر یہ ہے کہ ہمارے اسکول محض رٹے اور اس کے نتیجے میں



خیروالپس چلتے ہیں اس مقابلے کی جانب۔ ایسے مقابلے میں ایک ثابت چیز جو ہمیشہ ہی میرے کے ساتھ موجود ہوئی، وہ تھی ان بچوں کی تیاری کا فرق۔ جہاں سرکاری اور گلی محلے کے اسکولوں میں رہی ہے وہ ہے طلباء کا جوش اور خوش مشاہدے میں۔ کہہ دیتا تھا کہ مجھے انگریزی نہیں آتی لہذا مجھے میں یہ کہہ دیتا تھا کہ اس مقابلے کی دیکھنے کو ملی، وہیں اس کی شمولیت۔ ہمارے بچے کتابوں کو رئنے سے زیادہ نئی چیزیں کرنے کو ترجیح دیتے ہیں۔ یہ کوئی ان کے پاس اپنے اساتذہ کی طرف سے روائے نہیں۔ انہوں نے اساتذہ کی طرف سے روائے گئے اسکرپٹ جملوں کے علاوہ کچھ اور کہنے کو نہیں تھا۔ ایسا ہرگز نہیں کہ ان سارے کے سارے طلباء رہ جائیں۔ ترقی یافتہ مالک میں تو طریقہ تعلیم ہی



مفت آٹا اور عوام کی حالت زار راشن لینے آئے تھے، لاشیں لے کر جا رہے ہیں

کراچی میں ایک نجی کمپنی نے مستحقین میں راشن اور نقد رسم تقسیم کی، جس میں بھلڈڑ پچنے سے 3 بچوں سمیت 12 افراد جان کی بازی ہار گئے۔

جب آپ لوگوں کی عزت نفس کو مجبور کرتے ہوئے آچھاں اچھاں کرائے کے تھیلے پھینک کر دیں گے تو اسے حاصل کرنے کیلئے بھلڈڑ تو پچ گی ہی۔

پہلے جو لوگ بھوک سے مر رہے تھے اب وہ حکومت کی طرف سے ملنے والے مفت آٹے کی جستجو میں مر رہے ہیں

کہیں لوگوں کے آپس میں لڑائی جھگڑے ہو رہے ہیں اور کہیں پولیس کی طرف سے ان پر لٹکھی چارج کیا جا رہا ہے

کی روٹی کیلئے ملے والے آئے کا بھی قطاروں میں انتظار کرے گا بغیر آٹا لیے ہرگز گھر نہیں جائے گا بلکہ آٹا نہ سکا تو طیش میں آ کر چھینا جھپٹی کرنے پر ہی بجود ہو گا۔

وزیر اعظم پاکستان کی مفت آٹے کی ایکسیم سے اب تک کئی افراد موت کے منہ میں جا چکے ہیں جبکہ کئی کی عزت نفس کو رومند جا چکا ہے۔ یہ مظہر دیکھ کر ایسا لگ رہا ہے جیسے ہم ماہی میں واپس چلے گئے ہیں جہاں پر صیغہ پر انگریزوں کی حکومت تھی اور مسلمانوں سمیت ہندوؤں کا حال پاکستان کی قوم کے حال جیسا تھا۔ پرانی فلموں میں دکھایا جاتا ہے کہ اس دور میں بھی لوگ اس ہی طرح آٹے اور دیگر بنیادی اشیاء لے کیلئے زل جایا کرتے تھے اور انہیں بھی چیزوں کی طرح یونہی مل دیا جاتا تھا۔

گزشتہ ماہ جاہن کن زلزلے میں ترکی میں 48 ہزار سے زائد اور پڑوی ملک شام میں 6 ہزار افراد جا بحق ہوئے تھے اور اس کو خطے میں صدی کا سب سے بدترین زلزلہ قرار دیا گیا تھا مگر مکہ ہی بدترین زلزلے سے متاثر ہونے والے ترکی اور شام کی



عکشوں مفت آٹے کے حصوں کیلئے باری کا انتظار کرنے والے شخص دوڑ گیا۔ مظفر گڑھ میں بھلڈڑ ہوئے اچھاں اچھاں کرائے کے تھیلے پھینک کر بزرگ خاتون کی زندگی لے گئی جبکہ ملتان، فیصل آباد اور کوٹ ادوال میں انتظار کرنے والے ترکی اور شام کی

رمضان المبارک کے ہمارکت میں غیر مسلم مغربی ممالک میں بھی مسلمانوں کی آسانی کیلئے اشیائے خوراکوں کی قیتوں میں واضح کمی کروی جاتی ہے مگر اسلامی جمہوریہ پاکستان میں مستحقین کو راشن حاصل کرنے کیلئے اپنی جان پر کھلنا پڑتا ہے۔ رمضان کا ابھی سپلاہی عشرہ ہوا ہے اور پنجاب، سندھ، خیبر پختونخوا کئی افراد کی راشن اور مفت آنا حاصل کرنے کیلئے موت کے منہ میں جانے کی خبریں سن کر دل عجیب کیفیت کا شکار ہے۔

گریٹر رونگر کراچی میں ایک نجی کمپنی نے مستحقین میں راشن اور نقد رسم تقسیم کی، جس میں بھلڈڑ پچنے سے 3 بچوں سمیت 12 افراد جان کی بازی ہار گئے۔ ان ہی میں ایک خاتون نیم بھی تھی جو واپس پہلوں کیلئے عید پر نئے کپڑوں کیلئے امدادی رقم حاصل کرنے گئی تھی۔ نیم کا دس سالہ بچہ ماس کی لاش کو بچھوڑ کر اٹھنے کی فریاد کرتا رہا۔ ذرا سوچیے وہ کیا منظر ہو گا جب راشن کی خاطر آئے لوگوں کی لاشیں زمیں پر بکھری نظر آ رہی ہوں گی۔

مفت آٹے کی تقسیم اور چند قابل غور پہلو

مفت آٹے کی فراہمی ایک اچھار فایدی کام ہے، جس کی کسی درجہ میں حوصلہ افزائی بھی کی جانی چاہیے، مگر دیکھنا یہ ہے کہ یہ ریلیف، ریلیف ہی ہے یا ریلیف کے نام پر تکلیف بھی ہے جن رہا ہے۔ آٹا یعنی آنے والے شخص کا تقریباً پورا دن ضائع ہو جاتا ہے۔ آنے جانے اور لائیں میں لگنے میں دیہاڑی برپا ہو جاتی ہے، جب کہ یہی مزدور اس وقت میں قائم کیے گئے ہیں، جب کہ غربت کی شرح دیہی علاقوں میں شہر سے کئی گناہ زیادہ کام کرتا تو 600 سے 1000 روپے تک کماليتاً پچھ لوگ شدید مذہبی میں جان سک کی بازی ہار گئے ہیں۔

شیخ الحدیث مولانا نظیر احمد قاسم علامہ اقبال کا یہ شعر ہے درد دل سے پڑھا کرتے تھے
لقدیر کے قاضی کا یقینی ہے ازال سے
ہے ہر صیغہ کی سر امر مفاجات

دکھ بھری بات یہ ہے کہ ان سب تکلیفوں کے سہہ لینے کے باوجود بھی کچھ مقامات پر مضر سخت آناتا ہے، جو حظوظ سخت کے اصولوں پر پورا نہیں اترتا۔ وہی میں مقیم پاکستانی گلکارہ سونیا مجدد کا تعلیمی کام "بھروسہ جوہی" ریلیز ہو گیا ایک ویڈیو مظہر عام پر ہے جس میں ایک بوڑھا شخص ہاتھ میں روپی کپڑے وزیر اعظم کو دہائی دے رہا ہے کہ "یہ ہے آپ کے عطا کردہ آٹے کا پیغمبر دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے تو یہاں تک فرمایا ہے کہ کافی فقر؟ نہ رزلت، جس کو استعمال کر کے میرا بچہ یہار پڑ گیا ہے۔"

مفت آٹے کی تقسیم کے بجائے کہیں بہتر تھا کہ آنا ستار کر دیا جاتا۔ ہر غرب شخص باعزم طریقے سے اس سے فائدہ اٹھاسکتا۔ یہاں آٹے لینے کے لیے طویل انتظار کرنا پڑتا ہے اور حکم بیل کا سامنا بھی کرنا ہوتا ہے۔ اس سہولت سے ملک کا سفید پوش طبقہ بھی محروم ہے۔ وہ اپنے گھروں میں فاقہ کشی تو برداشت کر رہا ہے مگر اسے اس طرح کی ذلت اور ریلیف، مستحق ہاشم دگان پاکستان کے لیے تکمیل نہ ہو۔

کیلئے اپنی جائیں گواہ کے قطاروں میں لگتے ہیں۔ جب آٹا ہاتھ آتا ہے تو کوئی اور چھین کر لے جاتا ہے، جو نہایت کرناک صورتحال ہے۔ اب تک کتنی لوگ آٹے کے حصول کیلئے اپنی جائیں گواہ کے قطاروں میں لگتے ہیں۔ جب آٹا ہاتھ آتا ہے تو کوئی موسوی طریقہ کار منع نہیں کیا۔ رجڑیشن کا پیچیدہ طریقہ، آٹے کی طلب کے مقابلے میں بہت کم فراہمی، جس کی وجہ سے لوگ سارے اسارا دن روزے کی حالت میں ظاروں میں کھڑے ہو کر خالی ہاتھ گھروں کو لوٹ جاتے ہیں۔ اس کیلئے کوئی طریقہ کار نہیں بنایا گیا، جس نے ملک کے غریبوں کو

مفت آٹے کی فراہمی ایک اچھار فایدی کام ہے، جس کی کسی درجہ میں حوصلہ افزائی بھی کی جانی چاہیے، مگر دیکھنا یہ ہے کہ یہ ریلیف، ریلیف ہی ہے یا ریلیف کے نام پر تکلیف بھی ہے جن رہا ہے۔

یہاں ایک قابل غربات یہ بھی ہے کہ "آٹا تقسیم کرنے کے مراکز شہروں میں قائم کیے گئے ہیں، جب کہ غربت کی شرح دیہی علاقوں میں شہر سے کئی گناہ زیادہ کام کرتا تو 600 سے 1000 روپے تک کماليتاً پچھ لوگ شدید مذہبی میں جان سک کی بازی ہار گئے ہیں۔

مناسب تو یہ تھا کہ اس پرogram میں دعوت ہوتی اور پچک و دیہات میں بھی یہ قلم طے پاتا۔ اس کی جو بھی صورت ممکن ہوئی، اختیار کی جانی چاہیے تھی۔ اس کے لیے گاہ مقام خاص اقت طلب قائم لوگ بڑی دشواری سے فیض پاتے۔

وفاقی کا بینہ سے پریم کو رکھ کے فیصلہ پر اپنارہ عمل جاری کر دیا

دوسری بات یہ ہے کہ یہاں مراکز میں غریب شخص کی عنزت نفس بری طرح بھروسہ ہو رہی ہے۔ پہلے پہل تو گھر میں بھگڑا ہوتا ہے کہ آٹا یعنی جائے تو کون جائے؟ لمبی قطار میں لگ کر رکشوں گدائی کوں تھاۓ؟ مگر بھوک انسان کی وہ بھروسہ ہے، جو اسے تہذیب کے آداب بھلا دیتی ہے۔

پیغمبر دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے تو یہاں تک فرمایا ہے کہ کافی فقر؟ نہ رزلت، جس کو استعمال کر دیا جائے۔

مفت آٹے کی تقسیم کے بجائے کہیں بہتر تھا کہ آنا ستار کر دیا جاتا۔ ہر غرب شخص باعزم طریقے سے اس سے فائدہ اٹھاسکتا۔

یہاں آٹے لینے کے لیے طویل انتظار کرنا پڑتا ہے اور حکم بیل کا سامنا بھی کرنا ہوتا ہے۔ اس سہولت سے ملک کا سفید پوش طبقہ بھی محروم ہے۔ وہ اپنے گھروں میں فاقہ کشی تو برداشت کر رہا ہے مگر اسے اس طرح کی ذلت اور ریلیف، مستحق ہاشم دگان پاکستان کے لیے تکمیل نہ ہو۔

کے حصول کیلئے ایک دوسرے سے سبقت لے دیا جائے تو وہ کیونکر چھینے گا؟ لیکن یہاں حکومت کی جانے کی کوشش کرتے ہیں۔ عام حالات میں تو ناچال پالیسیوں نے عوام کو فاقتوں پر محروم کر دیا ہے، چھینا چھین کرنے والوں کو چھانبیں سمجھا جاتا لیکن جس کی وجہ سے وہ اپنا حق چھینے پر بھروسہ ہے۔

کیا کریں جو اپنی بھوک مٹانے کیلئے کچھ چھین رہے ہیں۔ وہ ایک طرف ان کی بھوک ہے جس کا نتیجہ بیماری اور



موت ہے جبکہ دوسری طرف روپی چھینے کا آپشن شخص کو معلوم ہے کہ اگر وہ اپنا حق چھین کریں لے ہے۔ ظاہر ہے کہ وہ بھوک سے مرنے اور پچھوں کو گا تو وہ اس سے محروم ہو جائے گا۔ تو وہ کیا کرے بھوک سے ترپتا دیکھنے کے بجائے روپی چھینے کو ترجیح دیں گے۔ بلکہ ایک طرح سے یا ان کا حق بھی ہوں انہیں را بھی نہیں سمجھا جاسکتا۔ ظاہر ہے ایک

ایک خبر میں پڑھا کہ وہاں ممتازین کو بہترین سہولیات فراہم کی جا رہی ہیں، ان کے خیہے نہایت صاف اور بستر، گری، میز اور دیگر ضروریات زندگی کی چیزوں سے بھرے ہیں۔ انہیں اس قدر خطرناک زلزال سے بیکھر ہونے کے بعد بھی گھر جیسے ہی خیہے ملے ہوئے ہیں۔

ترکی کے زلزلہ ممتازین کو نہ ہی آٹے کی لمبی قطاروں میں لگنا پڑ رہا ہے اور نہ ہی وہ دو وقت کی روٹی کیلئے کسی کے آگے ہاتھ پھیلا رہے ہیں، کیونکہ ان کی حکومت اور انی فلاحی اداروں نے ان کی ہر ممکن مدد کر رکھی ہے جبکہ صدر رجب طیب اردوان نے اگلے سال کے آخر تک 3 لاکھ 19 ہزار روپی تعمیر کرنے کا اعلان کر رکھا ہے جو ممتازین کو دیے جائیں گے۔

ترکی بھی ایک ملک اور اردوان بھی ایک حکمران ہے اور ایک ہمارے ملک کے حکمران ہیں، جو صرف اقتدار کے نشی میں ایسے دھست ہیں کہ انہیں اور کچھ نظر نہیں آ رہا۔ نہ ہی انتخابات ہونے دے رہے ہیں نہ ہی عوام کو سہولیات فراہم کر رہے ہیں۔ انہیں بس شر و فیض کا شوق تھا جس کیلئے انہوں نے ایک واپسی چار کھا تھا اور اب بھی اقتدار ہاتھ سے نہ جائے اس کیلئے ہر ممکن کوشش کرنے میں لگے ہیں۔

رہے ہمارے غریب عوام، وہ بیچارے یونی آٹے اور ارشن کی قطاروں میں لگتے اور جان سے جاتے جائیں گے۔ حکمرانوں کو اس کی فکر ہی کہاں کہ عوام کس حال میں ہیں۔ اس بدترین مہنگائی میں ہم دریا میں طبقے کے لوگ مہنگائی سے پریشان ہیں تو اس ملک کے غریب عوام کا قوانینہ حافظ ہے۔

حکومت نے سے آٹے کے نام پر عوام کے ساتھ ٹکنیں مذاق کیا ہے۔ پہلے جو لوگ بھوک سے مر رہے ہیں، لوگ مفت آٹے کے حصول کیلئے کوئی رہے جاتے ہیں جہاں سے گر کر رُختی ہوتے ہیں، کہیں بھگڑ کی وجہ سے اموات ہو رہی ہیں، کہیں لوگوں کے آپس میں لڑائی بھگڑے ہو رہے ہیں اور کہیں پولیس کی طرف سے ان پر لاحق چارج کیا جا رہا ہے۔

غریب آٹا لینے کیلئے جب پچھنچے ہیں تو انہیں وہاں معلوم ہوتا ہے کہ آٹا طلب سے کم ہے جس کی وجہ سے کئی لوگ محروم رہ جائیں گے، اس لیے وہ اس

سازی کی رفتار کو بھی مات دے گئی۔ اسی کی تشریف اور مہلک نتائج کا اعتبار کرتے ہی اعتزار صاحب کو انا للہ پڑھنا پڑھی۔ ایک پوری قوم نے تباہ پڑھی تھی جب بن لیلی کے پہلے وفاقد دور میں چیف جسٹس سجاد علی شاہ کی پیشہ وراثہ جرأت ندانہ پر پریم کورٹ پر ہوئی لٹکر کشی میں جنم جان پچا کر چکھلی راہ داری سے فرار ہوتا پڑا تھا۔

چخا ب اور خیر پختونخوا اسمبلیوں کی تحلیل کے بعد چیف ایکشن کشتر اور گورنر صاحب جان کے عین آئین کے مطابق اپنے آئین فریضے میں مسلسل سیاسی پچھا بھت کے بعد چیف جسٹس آف پاکستان نے اپنے آئینی اختیار اور فریضے کے مطابق تو یہ معیشت کو مزید و مسلسل تباہ کرنے والے بے قابو آئینی بحراں کو قابو کرنے کے لئے پیشہ وراثہ آئین کا ”ارکتاب“ کیا کر دیا، عدالت عظمی آئیب کی زد میں آگئی۔ صح صاحب جان کو ”قابل رنک“ سیاسی ابلاغ میں پیٹھ کر جو دشمن اڑاٹھی ہوئی اور تخلیل بخ اور اختلافی نوٹ کے نام پر بیا آڑ میں جو ہور ہے اس پر ملک کے اصل جمہوریت پسند اور آئین و قانون پر دسترس کے حامل مہرین اپنی واضح سیاسی پسند، واہستیوں اور شناخت کو بالائے طاق رکھ کر قابل اعتبار و ثمر تھے سے تیل میڈیا قانون سازی اور پریم کورٹ میں پہنچ گئے کھلوڑ کا جو تحریر یہ اور رہنمائی کر رہے ہیں وہ تو تاریخ ساز اور مطلوب مزاجت کا سنبھری ریکارڈ بن رہا ہے۔

خود جمہوریت نوآشہری اتنا کچھ بھجوہ ہے ہیں کہ اس کا دشمنہ فیصلہ بھی دوست راج کے خوفزدہ اولادگر کی لارڈز کی سمجھ میں آجائے تو وہ عوام کو درست ڈراتے کچھ رسک لے کر بھی راہ راست پر آ جائیں۔

یہ طبقہ خود آئیب میں ہے تو پارلیمان اور عدالیہ اور آئیب کے سامنے تو پہنچنے تھے کہ اب دولت راجہ کے یہ شہزادے، شہزادیاں کس کس ریاستی ادارے کے راج دلارے ہیں، عوام اس سے خوب آگاہ ہیں۔ اتنا ہی جتنا اولادگر کی لارڈز کے ان کرتوں سے جس میں پاکستان کا سرمایہ اف شور کپنیوں اور بیکوں میں گھمنے لگا گیا، لیکن یاد رہے شاہ ایران کو بیرون ملک ذاتی اکاؤنٹس کے 16 بلین یا اندونیشیا کے سوارتو کے 8 بلین اور مارکوس کے چھ بلین ڈاران کی مکاؤں اور آل دادا لو کے نصیب میں نہیں آئے۔ وہ کیسے کیے دیار غیر میں اپنے انجام کو پہنچے۔

سفرارات لینے کے لئے تین روزہ بین اشارہ ملک اسلام آباد میں ہوئی تو میری خوش تھی میں اپنی ڈولپٹسٹ میڈیا کی اپیٹھلا نیزیشن کے حوالے سے ڈاکٹر محوب الحق کے گروپ میں آگیا، تین روزہ بین اشارہ ملک میں ان کا فوکس ”تحفیظ غربت“ پر رہا۔

ایک تجویز انہوں نے بہت دلائل سے دی کہ ”کم از کم“ تین سال کے لئے آئٹی کی قیمت 6 روپے فی کلو مقر کر دی جائے اور اسے ممکن بنانے کے لئے گندم کاشت کے رقبے میں توسعے اور فی ایکڑ پیداوار بڑھانے پر فوکس کیا جائے۔ سب ہی گروپوں متفق تھے کہ گلڈ گورننس کے لئے یہ بہت شر آور بین اشارہ ملک ہوئی ہے۔ کچھ عرصے بعد

نہایت ست آنا دکانوں پر دستیاب ہوتا تو لوگ وہاں سے با آسانی خرید بھی سکتے تھے اور حکومت پر بھی زیادہ یوچمنہ پڑتا۔ لہذا حکومت سے مطالبہ ہے کہ وہ آئٹی کی تقیم کیلئے موٹر ریچ کا روضع کرے تاکہ عوام عزت کے ساتھ با آسانی اپنی قریبی دکانوں یا گاڑیوں سے آنا حاصل کر سکیں اور عرصہ قبول اعلان تو کیا تھا کہ موڑ سائکلوں اور آٹھ سو ہی تک کی گاڑیوں کیلے سہ استا پرول فراہم کیا جائے گا لیکن نہ جانے اس پر عمل کب ہو گا جب پرول مہنگا کرنا ہو تو فوری اطلاق ہو جاتا ہے لیکن استا کرنے کیلے وہ کوئی طریقہ کا روضع نہیں کر پا رہے اور اس کو مزید لٹکایا جا رہا ہے۔

بیروزگاری نے ملک میں بڑی طرح پنج گاڑیوں کے ہیں جس نے لوگوں کو بھوکے رہنے پر مجبور کر دیا ہے۔ جو لوگ ڈر آسودہ حال میں ان کا ڈاہن اس بات کو تسلیم کرنے پر تیار نہیں کر سکی کے گھر میں فاقہ بھی ہو سکتا ہے یا کوئی شخص ایسا بھی ہے جو بیادی ضرورت کی اشیا سے بھی خرdom ہے۔ لیکن حقیقت یہی ہے کہ اس وقت ملک میں بہت سے لوگ ایسے ہیں جو فاقہ کشی پر مجبور ہو چکے ہیں۔ پچھوں کی تعلیم اور علم وہ نہ تو رہے ایک طرف، پچھوں کا کھانا اور لباس ہی پورا نہیں کر پا رہے۔

یہی وجہ ہے کہ جب حکومت کی طرف سے مفت آئے کا اعلان ہوا تو ایسے غرباء لوگ آئٹی کے حصول کیلے پہنچ گئے تھیں اسکرین پر نمودار ہو رہی ہیں، ول دہل دینے والی آئے تو ان سے اسکفار آئٹی کے اس محال حصول میں تام آٹھ ملکوں پاکستانی جان کی بازی ہار گئے۔ سیکنڈوں رُخی ہو چکے لیکن مفت آٹا تھا آپ نے۔ دوران چائے بڑی آٹھی سے تیا کچھ نہ پوچھیں، سب سفارات پر پلیسکرری صاحب ڈمپ کرتے جا رہے ہیں۔ اتنا لکھ دانا الیہ راجعون۔ یہ تو بڑے میاں (نواز شریف) صاحب کے دور کا انا لکھ ہے۔ بہانہ بنا لیا ہے۔ حکومت کا یہ اقدام تینیں قابل سماں ہوتا اور لوگ با آسانی وہاں سے آئتا ہے طریقہ کار بھی وضع کرتی، لوگوں کو مفت آتا عزت اور سکولت کے ساتھ ملتا۔ بہتر تو یہی تھا کہ حکومت آئے کو گلی مکلوں تک پہنچاتی اور چھوٹی چھوٹی گاڑیوں میں چھوٹے چھوٹے مکلوں تک جاتا، جہاں رش کم ہوتا اور لوگ با آسانی وہاں سے آئتا ہے۔ اس سے بھی بہتر یہ ہوتا کہ یہ آنا دکانوں پر رکھوایا جاتا اور وہاں سے عوام کو فراہم کیا جاتا۔ اس طرح عزت سے مفت کے بجائے ست آنادے دیا جاتا تو وہ مفت آئے سے زیادہ مفید ہوتا اور عوام کیلے اس کا حصول بھی آسان ہوتا۔



اسلام آباد میں ہی ایک میڈیا ورکشاپ میں ریسوس پر سیکنڈوں کی تعلیم اور مہماں خصوصی سفارات کا کیا ہو رہا ہے؟ وہ تو بہت بڑا کام کر دیا تھا آپ نے۔ میڈیا پرول اسے مطابق مفت آئٹی کے اس محال حصول میں تام آٹھ ملکوں پاکستانی جان کی بازی ہار گئے۔ سیکنڈوں رُخی ہو چکے لیکن مفت آٹا تھا آپ نے۔ دوران چائے بڑی آٹھی سے تیا کچھ نہ پوچھیں، سب سفارات پر پلیسکرری صاحب ڈمپ کرتے جا رہے ہیں۔ اتنا لکھ دانا الیہ راجعون۔ یہ تو بڑے میاں (نواز شریف) صاحب کے دور کا انا لکھ ہے۔ بہانہ بنا لیا ہے۔ حکومت کا یہ اقدام تینیں قابل سماں ہوتا اور لوگ با آسانی وہاں سے آئتا ہے طریقہ کار بھی وضع کرتی، لوگوں کو مفت آتا عزت اور سکولت کے ساتھ ملتا۔ بہتر تو یہی تھا کہ حکومت آئے کو گلی مکلوں تک پہنچاتی اور چھوٹی چھوٹی گاڑیوں میں چھوٹے چھوٹے مکلوں تک جاتا، جہاں رش کم ہوتا اور لوگ با آسانی وہاں سے آئتا ہے۔ اس سے بھی بہتر یہ ہوتا کہ یہ آنا دکانوں پر رکھوایا جاتا اور وہاں سے عوام کو فراہم کیا جاتا۔ اس طرح عزت سے مفت کے بجائے ست آنادے دیا جاتا تو وہ مفت آئے سے زیادہ مفید ہوتا اور عوام کیلے اس کا حصول بھی آسان ہوتا۔



اشرافیہ، عوام اور طبقاتی تقسیم

سیاستدانوں کی مفاداتی جنگ کے باعث معاشرے میں طبقاتی تقسیم مزید گھری ہو رہی ہے

امیر بناتا ہے، زراعت کی پالیسی ایک امن ملک است
بناتا ہے، جس کی وجہ سے ہم بہتری کا تصور نہیں
کر سکتے ہے۔ جب تک ہم متفقہ میکٹر کے لوگوں کو
آگے نہیں لائیں گے تبدیلی ممکن نہیں۔

چین جو ہم سے بعد میں آزاد ہوا آج پوری دنیا میں
تیزی سے اپنی اہمیت بنا رہا ہے۔ طبقاتی تقسیم کو ختم
کرنے کیلئے چین نے اپنی امن ملک پر اپنے تابوہ
دی، تیز جو انقلاب چین میں آیا اس میں کسانوں
کی شرکت تھی۔ ماڈزے جنگ اور چین کی کیونس
پارٹی نے کسانوں کی تربیت کر کے ان کو انقلاب
کیلئے تیار کیا۔ گاؤں اور دیہاتوں میں حکومت کے
عہدے داروں کو ہکال کرتا بخش شدہ علاقوں میں
عوامی حکمرانی قائم کی، جاپانیوں سے جنگیں اڑیں
اور آخر میں قوم پرستوں کو نکست دے کر عوامی
جمهوری حکومت کا قیام عمل میں آیا۔

جس طرح ہمارے ملک میں ایک خاص ٹولہ
انقلاب لانے کیلئے لکھتا ہے، جو خود عوامی ممالک کو
شہنشیں جانتے اور چند لوگوں کے ریوز کو لے کر اپنے
داروں، سیاستدانوں اور اشرافیہ کا پاکستان بن کر رہ
سیاسی جادو جلال کو دکھانے کیلئے آئے روزہ رکوں پر
گیا ہے۔ یہاں ہر کوئی ممالک کی بھی بات کرتا ہے،
آئے ہیں، نہ ایسے قومیں بنتی ہیں نہ تو ایسے ممالک
حل ہوتے ہیں اور نہ ہی سیاسی استحکام آتا ہے اور
نہ ہی مخفیت کی بہتری ہوتی ہے۔ یہ تو بس اپنے
مفادات کی جنگ ہے جس کی آڑ میں معاشی بدحالی
اور طبقاتی تقسیم میں مزید اضافہ ہوتا ہے۔ یہ ممالک
تمہی حل ہو سکتے ہیں جب عام آدمی کو آگے لایا
جائے۔

پاکستان میں نہیں بلکہ دوسرے ممالک میں بھی
موضوع بحث بنایا جا رہا ہے۔ پاکستان کے معاشی
حالات بد سے بدترین کی جانب جا رہے ہیں۔
کی تلاش میں شہروں کا رخ کرتی ہے۔ شہروں میں
آنے کے بعد دیہات کی زندگی کا تضاد انہیں
ششدھر کر کر کھدیتا ہے۔ لوگوں کا بڑھتا جم غیر
بدحالی سے نکلنے کیلئے ریوز 40 سے 45 میں
ڈالر زکم از کم چاہیے ہوں گے اور وہ ضرورت
پاکستان کی نہ امریکا پری کر سکتا ہے نہ مغرب، اور
نہ ہی عرب ممالک۔ اگر کچھ ممالک ریز روز روکتے
کیلئے دو یا تین ملین دے بھی دیتے ہیں تو پاکستان کو
کم از کم 40 سے 45 ب لین ڈالر ایک سال
پاکستان کو حاصل کرنے کا اصل مقصد ہی یہی تھا
جہاں بنیاد پرستی شد ہو، مساوات ہو، اور لوگ ایک
عہدے داروں کو ہکال کرتا بخش شدہ علاقوں میں
عوامی حکمرانی قائم کی، جاپانیوں سے جنگیں اڑیں
اور آخر میں قوم پرستوں کو نکست دے کر عوامی
جمهوری حکومت کا قیام عمل میں آیا۔

دوسرے کے دلکش کو محسوس کرتے ہوئے ایک
دوسرے کیلئے جان بھی قربان کرنے سے گریز نہ
کریں مگر دن بدن جو صورت حال ہوتی جا رہی ہے
لگتا ہے یہ ملک صرف جاگردا روں، سرمایہ
داروں، سیاستدانوں اور اشرافیہ کا پاکستان بن کر رہ
معہشتی کی بھی بات ہوتی ہے، عام آدمی انقلاب
کے انفار میں ہے کہ شاید ان کیلئے کوئی دن سکھ کا
آجائے۔ وہ تمام تر سیاسی جماعتیں جو انقلاب کا
نعرہ لگاتی ہیں، دراصل وہ سب اپنے اپنے مفادات
کی جنگ کیلئے لٹکے ہیں، عام آدمی یا ان کے ممالک
کے حل سے انہیں کوئی سروکار نہیں۔ انقلاب ہمیشہ
یچھے سے اور پر کی جانب آتا ہے۔ ہمارے ملک کا
مسئلہ یہ ہے کہ ہمارے ملک میں غریب کی پالیسی

میمونہ سین
سیاستدانوں کی مفاداتی جنگ کے باعث
موضع بحث بنایا جا رہا ہے۔ پاکستان کے معاشی
حالات بد سے بدترین کی جانب جا رہے ہیں۔
تشویش اس بات کی ہے کہ عام آدمی کو کیسے دو وقت
کی روٹی نصیب ہوگی۔ اس وقت پاکستان کو معاشی
میں جب بادشاہی نظام مضبوط تھا تو اقتدار میں
آنے والے شاہی خاندان اپنے نظام حکومت کو
مشکل کرنے کیلئے امرار کے طبقے کو اپنا ہم نو ابا کر ان
کی سر پرستی کرتے تھے۔ سلطنت کے عبدیداروں کو
ان کی وفاداری کی بنیاد پر مقرر کیا جاتا تھا۔ آج کے
جمهوری دور کا بھی اگر جائزہ لیا جائے تو ہمیں وہی
تاریخی نشانات ملتے ہیں۔ وہی چند خاندان ہی
ہمیں آج بھی حکمرانی کرتے دکھائی دے رہے
ہیں۔

آج بھی جمہوریت کا طرز عمل وہی ہے کہ جیسے ہی
کوئی جماعت بر اقتدار آتی ہے تو امرار کا ایک
خاص طبقہ جوانہی حکمرانوں کے ہم نوارے ہے ہیں
پانگک ہے یا نہیں؟ چند روز قبل وزیر اعظم شہزاد
شریف نے سب پاکستانیوں سے درخواست کی کہ
پھنسنے پھونٹنے کے بجائے اس نے عام لوگوں کو
طبقاتی تکروں میں تقسیم کر دیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ
آج امیر، امیر ترا اور غریب، غریب تر ہوتا چلا جا رہا
ہے۔ اس جانب نتوکی کی توجہ ہے اور نہ ہی درستی
کی جانب کوئی قدم۔

اس طبقاتی تقسیم میں ہم اس قدر بٹ چکے ہیں کہ
ہمارے ملک کی تباہی کی بروئی طاقت کے ہاتھوں
حکمرانی یہاں۔

آرہے ہیں بلکہ اس تباہی کے ذمے دار بھی حکمران

خاندان ہیں۔ پاکستان کی اس معاشی تباہی کو صرف



کراچی ایک بار پھر مشکل میں

کراچی کے حالات ایک بار پھر کیوں خراب ہو رہے ہیں؟

صرف پانچ ماہ میں اہالیان کراچی 12 ہزار موبائل فونز سے محروم ہوئے۔ اسلحے کے زور پر 71 گاڑیاں جیسی گئیں جبکہ 900 سے زائد گاڑیاں چوری کی گئیں۔

نہ ہوئے۔ حکومت کو سب سے پہلے شہر کو محفوظ بنائے کیلئے شہر میں نگرانی کیلئے سی ای ٹی وی کھرے لگانے ہوں گے اور ان کو غفال بھی بنانا ہو گا۔ افسران کے بار بار تباہیوں کے بجائے کامی بھیزوں کے خاتمے کیلئے اقدامات کرنا ہوں گے۔ پولیس کے ساتھ ساتھ علاقائی سطح پر قانون نافذ کرنے والے دیگر اداروں کے الہکاؤں کو بھی سیکھوڑی پر تعینات کرنا بہتر فصلہ ثابت ہو گا۔ پولیس اور شہریوں کے درمیان ہم آج ہیکی پیدا کرنا وقت کی اہم ترین ضرورت ہے۔ گواہان خود کو غیر محفوظ تصور کرتے ہیں، لہذا گواہی دینے سے کتراتے ہیں اور یہی وجہ ہے کہ پار بار وارادیں کرنے والے افراد جن کا کریکٹل ریکارڈ موجود ہوتا ہے وہ بھی با انسانی رہا جاتے ہیں۔

کراچی میں دورانِ ذکریتی مراجحت پر قتل کردیے جانے والوں کی تعداد میں بھی اضافہ ہوا ہے۔ اس صورتحال میں ادارے عموم کو تحفظ دینے کے بجائے انہیں گایہزد کر رہے ہیں کہ مراجحت نہ کی جائے۔ اس نظام کو تبدیل نہ کیا گیا تو عموم کی جانب سے بھی ہوں گے۔ مردم شماری جاری ہے، اسکے مکمل طور پر کار آمد بنا کر کراچی میں رہنے والے افراد کا ریکارڈ جمع کرنا لازم ہے۔ شہر میں غیر قانونی طور پر آپاد افراد کو بے خل کرنا ہو گا۔ کراچی کو سیفیتی بنانے ہونا ممکن نہیں، حکومت کو سمجھنا ہو گا۔

لیکن یہ خوشحال دور کراچی والے زیادہ عرصہ نہ دیکھ سکے۔ کراچی میں ایک وقت ایسا بھی تھا کہ گھر سے لفٹے۔ قابل لوگ شہر کے مطابق گزشتہ سال صرف پانچ ماہ میں جہاں کراچی 12 ہزار موبائل فونز سے محروم روزگاری بھی بڑی طبقی چلی جا رہی ہے۔ لوگوں کیلئے عزت سے دو وقت کی روتوں کا حصول بھی امکنی مشکل ہو گیا ہے۔ ایسے میں ایک طبقہ ان حالات سے پریشان ہو کر غلط ہاتھوں کا گھولنا بن جاتا ہے۔ افسوس کی بات یہ ہے کہ آج کے ذیجھیل اور ترقی یافتہ دور میں بھی کراچی میں کئی ایسے افراد آباد ہیں جن کا کوئی ریکارڈ موجود نہیں۔ ان افراد میں بڑی تعداد غیر ملکی پاشندوں کی بھی ہے۔ سب نہیں لیکن ان میں سے بھی ایک بڑی تعداد ایسے واقعات میں ملوث پائی جاتی ہے۔

کراچی کو لاوارث چھوڑا گیا تو ایک بار پھر کاروبار یہاں سے دوسرے شہروں یا دوسرے ممالک میں منتقل ہو جائے گا، جو ملک کی ذوقی معیشت کیلئے انتہائی خطرناک ثابت ہو گا۔ حکام بالا کو کراچی کے لوگوں کی جان و دل کی حفاظت کیلئے اقدامات کرنا ہے۔ کراچی میں جرام میں دن اضافہ ہوتا چاہتا ہے لیکن اس کا متعلق حل نکالنے کی جانب کسی کی توجہ نہیں۔ عوامی احتجاج کو دبانتے کیلئے عارضی طور پر افسران کا تباہل کر دیا جاتا ہے۔

ہوٹلوں اور مارس کو بھی نشانہ بنانے میں کامیاب ہوئے۔ کراچی ملک کا معماشی ہب ہے، یہاں کے حالات کو بہتر بنانے بغیر ملکی معیشت کو ممکن کرنا ممکن نہیں۔ چنانچہ کراچی میں آپریشن کا آغاز کیا گیا۔ ان دنوں مسجد جزل بالا اکبر کو کراچی آپریشن کی ذمے داری دی گئی۔ انہوں نے اس ذمے داری کو خوب نہیں کیا اور شہر کو جرام پیش افراد پوشیدہ نہیں کہ سرکاری اداروں میں ایسی کامی بھیزیں موجود ہیں جو جرام پیش افراد کی پشت پناہی کرتی ہیں۔ ملزم کو فرقا کیا جائے تو رشتہ اس کا سہارا بن جاتی ہے اور کسی بہوت اور گواہ بن نہ ہونے کیلئے کتنی بار پر دیکھت سامنے لائے گئے لیکن یہ مکمل

لیکن یہ خوشحال دور کراچی والے زیادہ عرصہ نہ دیکھ سکے۔ ایک رپورٹ کے مطابق گزشتہ سال صرف پانچ ماہ میں اہالیان کراچی 12 ہزار موبائل فونز سے محروم روزگاری بھی بڑی طبقی چلی جا رہی ہے۔ لیکن یہ ملک میں 71 گاڑیاں جیسی گئیں جبکہ 900 سے زائد گاڑیاں چوری کی گئیں۔

کراچی کا آغاز بھی کراچی والوں کیلئے اچھا ٹائم ہے۔ یومیہ تین تین سو موبائل اسٹریٹ کرائسر کی وارداتیں رپورٹ ہوئیں۔ یقینی ناخوشگوار واقعہ کا شکار ہوتا تھا۔ سیاسی جماعتوں کی ایک کال پر پورا شہر بند ہو جاتا تھا۔ کراچی کے کافی علاقوں نو گواہیز میں تبدیل ہو چکے تھے۔ یہ وقت کراچی کی تاریخ کا بدترین دور تھا۔ نہ جانے کیسے میاں نواسہ شریف کی حکومت میں حکام بالا کو یہ احساس ہوا کہ کراچی ملک کا معماشی ہب ہے، یہاں کے حالات کو بہتر بنانے بغیر ملکی معیشت کو ممکن کرنا ممکن نہیں۔ چنانچہ کراچی میں آپریشن کا آغاز کیا گیا۔ ان دنوں مسجد جزل بالا اکبر کو کراچی آپریشن کی ذمے داری دی گئی۔ انہوں نے اس ذمے داری کو خوب نہیں کیا اور شہر کو جرام پیش افراد سے پاک کیا۔ کراچی کی روشنیاں ایک بار پھر لوٹ کر تی ہیں۔ کاروباری طبقہ ممکن ہوا۔ شہر میں قائم کردہ نو گواہیز کو ختم کیا گیا۔ سیاسی جماعتوں کے اثر ورثوں کو محدود کیا گیا اور شہر اس کا گھوارہ بن گیا۔



کمسن بچوں کے ساتھ خودکشی کے واقعات

سر جانی میں ہونے والے خودکشی کے اندوہناک واقعے نے ہر حاسِ دل شخص کو غمزدہ کر دیا لیکن ہم جس معاشرے میں رہتے ہیں وہاں کے حکمرانوں کے پاس شاید ضمیر نام کی کوئی شے نہیں

اور گئی ناؤں میں ایک نوجوان لڑکی نے غربت سے تنگ آ کر خودکشی کر لی۔ اس گھر میں اب بھی مزید چار بیٹیں موجود ہیں، جن کی خودکشی کا ہم انتظار کر رہے ہیں

ایک نوجوان لڑکی نے غربت سے تنگ آ کر خودکشی کر لی۔ 24 سالہ صوفیہ نے بھی کی خواب آنکھوں میں سجائے ہوں گے۔ جس میں سے ایک خواب یہ بھی تھا کہ کاش کوئی ایک دن اپنیا ہو جس میں پسند کا کھانا پیٹھ بھر کر ملے۔ یہ ایک الی خواہش تھی جو اتنا را ہو گا؟ کوئی باپ ایسا مظہر سوچ سکتا ہے؟ کوئی شاید ہی کبھی پوری ہو پاتی۔ گھر کے حالات اسے اس بات کی اجازت نہیں دیتے تھے کہ وہ پیٹھ بھر کر کھانا کھائے، پسند کے کھانے کی تو بات ہی دور ہے۔ اس گھر میں اب بھی مزید چار بیٹیں موجود ہیں، جن کی خودکشی کا ہم انتظار کر رہے ہیں۔ ایک بوڑھی ماں ہے جو کیف سے لڑ رہی ہے اور دو بھائی ہیں جو بے روزگاری کا کام جیل میں اور حکومت کے پاس ان کیلئے ذرا بھی وقت نہیں اور معاشرہ بھی بے حصی کا شکار ہے۔ لوگوں کو آٹے کی لائن میں لگا کر حکومت اپنی تمام عیاشیاں پوری کر رہی ہے، اور بے وقف عوام ان کیلئے سڑکوں پر مرنے مارنے پر تلتے ہوئے ہیں۔

اس کے ذمے دار حکمران طبقے کو سپورٹ کرنے والا ہر وہ شخص ہے جو کہتا ہے کہ موجودہ حکمران ٹھیک ہیں۔ اس کا ذمہ دار ہر اس پارٹی کا سپورٹ ہے جسے اپنے لیڈر میں کوئی خرابی نظر نہیں آتی۔ اس کا ذمے دار ہو کر کرنے ہے جو اپنے لیڈروں کی خاطر نہیں

منافع خوری، ذخیرہ اندوہزی اور رشتہ جسی نوالہ ہو گا۔ ان بچوں کی تنپ ایک ماں نے کس طرح برداشت کی ہو گی؟ ایک باپ نے کس طرح خطرناک بیماریوں کا ہکار ہیں۔ جس کا حل دنیا کے تمام یہودی ممالک کے حکمرانوں کے پاس تو ہے، اپنی مخصوص بیٹیوں کو زہر کھاتے دیکھا ہو گا اور اس کے بعد خود کس طرح وہی زہر اپنے حلق سے نیچے میراگماں ہے کہ روزِ محشر اللہ تعالیٰ مجھ سے اس کے مختلف پوچھھے گا۔ تھوڑی بہت ترمیم کے ساتھ آپ نے بھی آئش سن ہو گا۔ لیکن اسلامی جمہوریہ پاکستان کے حکمرانوں کے نظریات بالکل مختلف ہیں۔ اگر یہاں کسی بچے بھوک سے خودکشی کر لیں تو اس کا ذمے دار کون ہو گا؟ اس پر فیصلہ آج تک موجودہ دور کے مسلم حکمران نہیں کر پائے۔ مہدوں پر بر اہمان تمام حکمتی ذمے داران کو حضرت عمر کے اس ارشاد سے رہنمائی لے کر ریاست میں لئے والوں کی تکالیف اور مسائل کو حل کرنا ہو گا۔

گرشنہ دنوں سر جانی میں ہونے والے خودکشی کے اندوہناک واقعے نے ہر حاسِ دل شخص کو غمzدہ کر دیا لیکن ہم جس معاشرے میں رہتے ہیں وہاں کے حکمرانوں کے پاس شاید ضمیر نام کی کوئی شے نہیں۔ ہم ایک بیمار معاشرے کے بیماراں ہیں۔ ہم ایک ایسی خطرناک بیماری میں جاتا ہو چکے ہیں جس کا علاج شاید اس دنیا میں موجود نہیں۔ ہم کرپش کی بیماری میں غرق ہو گئے ہیں، ہم چوری،



محض ایک منٹ کیلئے یہ سب کچھ اپنے اوپر رکھ رہے ہیں۔ ہم ایک منٹ کیلئے یہ سب کچھ اپنے اوپر رکھ رہے ہیں۔ ہم ایک بیمار معاشرے کے بیماراں ہیں۔ ہم ایک ایسی خطرناک بیماری میں جاتا ہو چکے ہیں جس کا علاج شاید اس دنیا میں موجود نہیں۔ ہم ایسی اس حد میں سے دل نہیں لکھا تھا کہ گزشتہ روز ایسی ہی ایک اور خبر سامنے آگئی کہ اور گئی ناؤں میں

جبوری اور بے بھی ہم پر نہ آئے۔ ہم یقیناً ایک مردہ قوم ہیں کچے ہیں جن کا کوئی خواب نہیں ہوتا، جن کی کوئی منزل نہیں ہوتی۔ ہم ایک ریویٹر طرح میں ایک دائرے میں گھوم رہے ہیں اور سمجھ رہے ہیں کہ منزل کی طرف جا رہے ہیں۔ لیکن یہ منزل نہیں تحریکی اپنا ہے۔

اب تو یہ بھی نہیں کہ سکتے کہ اب بھی کچھ نہیں گزرا، اگر تھوڑی سی توجہ دی جائے تو معاملات کششوں کو سمجھا جائے گا۔ ہر ادارہ اپنی منابوں میں لگا ہو سکتے ہیں، لوگوں میں خود کشی کا رجحان کم ہو سکتا ہے۔ ہر طرف کرپشن یہ کرپشن ہے۔ گندم کے حوالے سے دنیا کا ساتواں بڑا ملک ہونے کے باوجود پاکستانی ایک گندم کے دانے کو ترس رہا ہے۔ لیکن میدیا پر سب ٹھیک ہے کی تکرار پل رہی دیے ہیں۔ جہاں نظر گھما مفاوضہ پرست ٹول وکھانی دینا ہے۔ ہر کسی نے اپنی ڈیڑھ اچھی کی مدد بنائی ہوئی ہے۔ ایسے میں ترقی کا خواب پورا ہونا ممکن ہے۔

ہتھے ہوئے فخر محسوس کر رہا ہے کہ بخوبی حکومت اس سے زیادہ ہمارے میڈیا کے پاس کچھ نہیں۔

ملک میں مہنگائی کا طوفان آیا ہوا ہے، مگر ہر طرف خاموشی چھائی ہوئی ہے۔ سپریم کورٹ کو کچھ کمیں تو توپیں عدالت کا نوش پہلے ہی روز جل جائے گا، حکومت کو کچھ کہو تو اشتغال اگنی کا الزام لگا کر اندر کر دیا جائے گا۔ ہر ادارہ اپنی منابوں میں لگا ہو سکتے ہیں، اب یہ سلسلہ رکنا مشکل ہے۔ کیوں کہ کرپشن نے اپنے پنج کمکمل طور پر اس ملک پر گاڑ دیے ہیں۔ جہاں نظر گھما مفاوضہ پرست ٹول وکھانی دینا ہے۔ ہر کسی نے اپنی ڈیڑھ اچھی کی مدد بنائی ہوئی ہے۔ ایسے میں ترقی کا خواب پورا ہونا ممکن ہے۔

نے آ کر آپ کے مسائل حل کرنے تھے، بگراس نے آپ کے مسائل کو بھی پشت ڈال کر اپنے مسائل پر توجہ دی۔

آج لکھ میں آنا نایاب ہو چکا ہے، فی کلک آن دوسرو پہ کلوہن فروخت ہو رہا ہے۔ مگر حکمران طبقہ توپیں عدالت پر دھیان دیے بیٹھا ہے کہ عمران خان کی گرفتاری کب ہوئی ہے، میڈیا کی سرخیاں اس خبر سے بھری ہوئی ہیں کہ عمران خان گھر سے لکل کر عدالت چارہ ہے، عدالت بخیج گیا ہے۔ میڈیا کی ساری توجہ اس بات پر ہے کہ حرم شاہ کے اپنی نازیبا و میڈیا پر آنسو لکل آئے ہیں۔ میڈیا اس بات پر توجہ دے رہا ہے کہ پی ایس ایل کا فائنل کون جیتے گا۔ میدیا قوم کو یہ بتا رہا ہے کہ سینئٹ کی پچاسویں سالگردہ پر پچاس روپے کا دیگاری سکد جاری کیا گیا سا۔ اسکے پس ہر کسی کو ایک ایسا کیا؟ کیا اس نے بھی کسی طاقت ور کے خلاف کارروائی کی؟ یقیناً اس نے ایسا کچھ نہیں کیا ہو گا۔ تو اس کیلے آپ ذہنے والے کیوں کہ آپ کی سپورٹ کی وجہ سے وہ اقتدار میں آیا، آپ کی وجہ سے ہی وہ بہت پہنچ جاں اس

مارنے تک پر اتر آتا ہے۔ اس کا ذہنے دار ہر وہ پارٹی کا رکن ہے جس نے پارٹی کی فتح کیلے ہر جائز ناجائز کام کیے، اور اس کا ذہنے دار ہر وہ جا گیر دار، دوڑی، تا جا اور راستیک ہولہ رزیں ہیں جوان کے بینک اکاؤنٹ بھرتے ہیں اور یہ سب ان مقصود بچوں کے گھنے گار ہیں۔ اگر کوئی شخص یہ سمجھ رہا ہے کہ میں کیسے اس کا ذہنے دار ہو سکتا ہوں تو ذہن پر ہاتھ رکھ کر سوچیے کہ آپ جس پارٹی کو سپورٹ کرتے ہیں کیا وہ حکومت کو سپورٹ کرتی ہے؟ کیا اس نے حکومت کیلے اپنا پروکول چھوڑا؟ کیا اس پارٹی کے لیڈر نے منتخب ہو کر حکومت کیلے کوئی آسانی کا کام کیا؟ کیا اس نے مہنگائی پر نشرول کیا؟ کیا اس نے بھی کسی طاقت ور کے خلاف کارروائی کی؟ یقیناً اس نے ایسا کچھ نہیں کیا ہو گا۔ تو اس کیلے آپ ذہنے والے کیوں کہ آپ کی سپورٹ کی وجہ سے وہ اقتدار میں آیا، آپ کی وجہ سے ہی وہ بہت پہنچ جاں اس

کتاب میں نائز و جن سائیکل ہماری کتاب سے مختلف انداز میں دکھایا گیا تھا۔ مجھے وہ دوسری کتاب والا انداز پسند آیا اور میں نے اپنے بائیو کی اسائنسٹ میں یا کسی ثیٹ میں وہ والا سائیکل بنا دیا۔ اس پر ہمارے بائیو کے استاد نے نہ صرف مجھے منع کر دیا کہ یہ امتحان میں مت بنانا کیونکہ یورڈ میں پڑھ رہے ہیں۔ لیکن ان سب جیزوں کے ساتھ اسکا انتہا کیا تھا۔ سائیکل بیٹھا تو وہ اس کو غلط سمجھ کر پورا سوال ہی غلط کر دے گا۔ ایسا نہیں ہے کہ میرے بائیو کے تھجھ کنوں کے منیزد تھے یا پھر ان کو دوسری کتابوں سے استفادہ کرنا پسند نہیں تھا۔ ہرگز نہیں، بلکہ یہ ان کی ایک حقیقت پسندانہ سوچ تھی کہ میرے اس شاگرد کے نمبر کم نہ آ جائیں، جو کہ ہمارے نظامِ تعلیم کی موجودوج ہے۔

کسی بھی استاد کی کامیابی یا چھائی اس کے طلباء کے حاصل کردہ نمبروں سے نہیں بلکہ ان کے سوچے سمجھتے اور تجزیہ کرنے کی صلاحیت سے ناپی جانی چاہیے۔ جس طرح عامر خان کی فلم تحری ایٹیٹس میں پیغام دیا گیا تھا کہ ”قابل: ہو، کامیابی خود ہی جھک مارنی تمہارے پیچھے آئے گی۔“ میں اپنے پچوں کو قابل بنانا ہے، اپنے حصہ کی کامیابیاں وہ خود ہی سیٹ لیں گے اور اس کیلے ہمیں اپنے استاد پر محنت کرنا ضروری ہے۔

ہو سکے، کروں۔ کتابی کیڑا

میں پہنچنے سے ہی ہوں لہذا

جس ادارے میں بھی گیا وہاں سب سے پہلی دوستی میں نے لائبیرین کے ساتھ ہی بیانی تاکہ لائبیری تک میری رسانی باقی سب کے مقابلے میں بہتر ہو۔ اثر میں اے اور اولیوں کی یا لولی، کیسری اور فریکس وغیرہ کی کتب پر ہفتار پتا تھا اور اپنی انشری کتب کے ساتھ ان کا تقابی جائزہ بھی لیتا

عام اسکولوں کی بہت برانڈ ڈا اسکول کے بچوں میں نہ تو مجھے کی قدم کی خدا عنادی کی کی نظر آئی اور نہ ہی کوئی اسکرپٹ محسوس ہوا۔ ان کے ماڈل پر مجھے ایک بار بھی یہ کہنے کی ضرورت نہیں ہیش آئی کہ اونچا بولو بلکہ کمی سرتیج مجھے یہ کہنا پڑا کہ ایک وقت میں ایک بچہ بات کرے۔ اس بات سے قطع نظر کہ ایک برانڈ ڈا بر گرگن اسکول میں انگلش پر زیادہ زور ہوتا ہے لیکن ان طلباء سے بھی میں نے اردو میں ہی سارے سوال و جواب کیے جن کا حصہ نے بغیر کی رکاوٹ یا جھچک کے جواب دیا۔

اور لگن سے پورا کر سکتا ہے۔

کتب میں صافاب کی نسبت سوال کر سکتے ہیں کہ شاید ہمارا نصافاب تعلیم دنیا کے مقابلے میں کمتر اور جدید پیش کرنے کے انداز میں تھا۔ اے اولیوں کی زمانے کے تقاضوں سے ہم آہنگ نہیں ہے۔ لیکن کتب میں صافاب دلچسپ انداز میں ہوتی تھیں اس اعتراض کا جواب میں اپنے ذاتی مشاہدے جسکے ہماری کتب میں یہ حسن بڑے بڑے نوش کیل میں ہوتی تھیں۔

غالباً سینئٹ ایئر کی بات ہے کہ اے لول کی بائیو کی

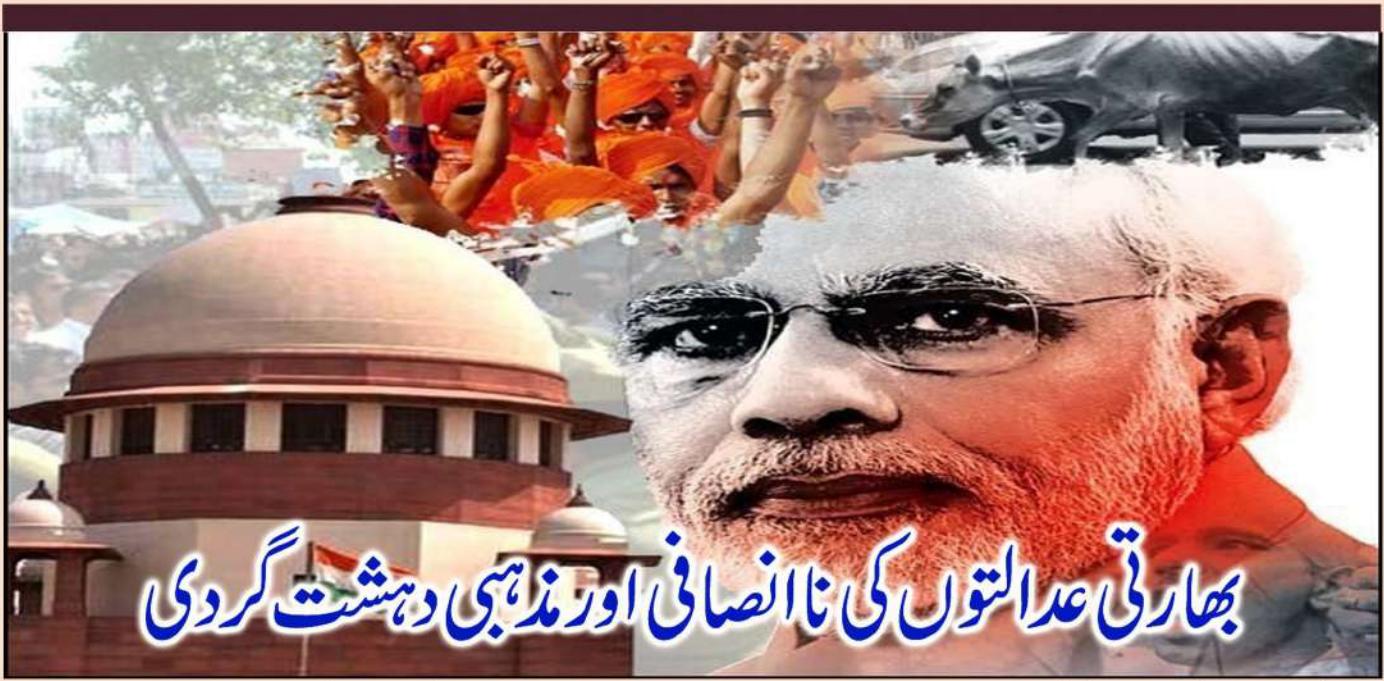
باقیہ:- طبقاتی نظام تعلیم، معیار تعلیم اور ہمارے بچے

ہم میں سے اکثریت کے والدین نے نات وائل اسکولوں میں پڑھا ہو گا، جنہیں کمی ہو گی، ہمارے وقت میں اسکولوں میں نہ تو نات تھا اور نہ جنہیں لائبیری تک سے آپ کی باتے کے لیے کوئی تھی، جبکہ میں بچھ رہے ہیں۔ لیکن ان سب جیزوں کے زمانے میں پڑھ رہے ہیں۔ لیکن ان سب جیزوں کے باوجود ایک اچھا استاد ایسی کسی بھی کمی کو اپنی محنت

باقیہ اسکولوں کی بہت برانڈ ڈا اسکول کے بچوں میں نہ تو مجھے کی قسم کی خدا عنادی کی کی نظر آئی اور

نہ ہی کوئی اسکرپٹ محسوس ہوا۔ ان کے ماڈل پر مجھے ایک بار بھی یہ کہنے کی ضرورت نہیں ہیش آئی کہ اونچا بولو بلکہ کمی سرتیج مجھے یہ کہنا پڑا کہ ایک وقت میں ایک بچہ بات کرے۔ اس بات سے قطع نظر کہ ایک برانڈ ڈا بر گرگن اسکول میں انگلش پر زیادہ زور ہوتا ہے لیکن ان طلباء سے بھی میں نے اردو میں ہی سارے سوال و جواب کیے جن کا انھوں نے بغیر کی رکاوٹ یا جھچک کے جواب دیا۔

ان سب بچوں میں کئی فرق تھے اور ہوں گے بھی، گھر بیو ماحول، والدین کا تعلیمی اور معاشی پس منظر، لیکن ان سب کے باوجود ایک بنیادی فرق جو باقی ہر قدم کی کمی بیش کا مادا کرنے کے قابل ہے، وہ ہے ایک اچھا استاد۔ ایک ایسا استاد جو محض اپنی کے گھنے پورے نہیں کرتا بلکہ اپنے پیشے کے ساتھ انصاف کرنے کی حقیقتی کو شکش کرتا ہے۔



بھارتی عدالتوں کی نا انصافی اور مذہبی دہشت گردی

بھارتی عدالتوں میں جب کبھی ان کے سامنے کوئی ایسا مقدمہ آیا جس میں ہندو اور مسلمان مدع مقابل ہوں تو انہوں نے قانون و انصاف کے تمام ترقاضوں کو بالائے طاق رکھتے ہوئے ہمیشہ ہندوؤں کے حق میں فیصلہ دیا۔

ان انتہا پسند گروہوں کے سربراہ اور پشت پناہ اس وقت بھارت میں حکومت کر رہے ہیں جس کی وجہ سے ان گروہوں کو مزید تقویت ملی ہے اور ان کے دور میں کئی پرا نے مقدمات بھارتی عدالتوں سے خارج ہوئے ہیں

بھارتی وزیر اعظم نے اس وقت بھارت کے سامنے ایسا مقدمہ دیا جس کے ورزی اعلیٰ تھے، برہ راست ملوث تھے۔ جس کا اعتراض بھارت کی انتہا پسند ہندو یہودیت کے سامنے اس کے واضح شواہد کریکی ہے اور دنیا کے سامنے اس کے واضح شواہد بھی موجود ہیں۔ تو اب مودی راج میں ان کے ساتھی فزادیوں کو کیسے مزادی جاسکتی ہے۔ بھارت میں تو انتہا پسند گروہوں کے سارے افراد اپنے اس قدر رطا تقریباً ہیں کہ وہاں کی عدالتیں اور حق بھی ان سے خوفزدہ رہتے ہیں کہ اگر انہوں نے ہندوؤں کے خلاف کوئی فیصلہ نہ دیا تو وہ، انہیں عدالت سے باہر گھست لائیں گے اور شدید اذیت ناک طریقے سے قتل کر دیں گے جنہیں پوچھنے والا بھی کوئی نہیں ہوگا۔

ان انتہا پسند گروہوں کے سربراہ اور پشت پناہ اس وقت بھارت میں حکومت کر رہے ہیں جس کی وجہ سے ان گروہوں کو مزید تقویت ملی ہے اور ان کے دور میں کئی پرانے مقدمات بھارتی عدالتوں سے خارج ہوئے ہیں اور ان میں نازم دل زمان کو بری کر دیا گیا ہے۔ کسی ایک کیس میں بھی ان ملزمان کو مزا کیں نہیں ہوئیں۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہاں عدل و انصاف کا نام و نشان نہیں، ورنہ کسی ایک کیس میں تو ملزمان کو سزا ہو جاتی۔ وہاں ہندو راج ہے اور ہندوؤں کی ہی سنتی جاتی ہے، اس کے علاوہ تمام مذاہب کے پیروکار خاموشی سے خوف کے سامنے میں زندگی گزارنے پر محروم ہیں۔

کہیں بھی فیصلے نہیں سنائے جاتے۔ ہاں اگر دنیا کے مقدمات میں عدالتوں کا جزو ہے، وہ نہیات شرمناک تھا۔ باہری مسجد سیمت کی ایسی مساجد ہیں فیصلے سنائے جاتے ہیں تو وہ دنیا کا واحد ملک بھارت ہے۔

بھارت کی عدالت نے ریاست گجرات میں فسادات میں ملوث 26 ملزمان کو عدم ثبوت کی عدالت کے مطابق بھارت کی عدالت نے ریاست گجرات میں فسادات میں ملوث 26 ملزمان کو عدم ثبوت کی بنا پر بری کر دی۔ ان ملزمان کو عدم دعویوں کے کوئی ثبوت ان کے پاس نہیں۔ پہلا درجنوں مسلمانوں کو قتل کرنے والی مسجد خیز عدالتیں اور حق بھی ان سے خوفزدہ رہتے ہیں کہ اگر کہ رام راون تو فقط داستانوں کے کردار ہیں جو ساتھ اجتماعی زیادتیوں کے مقدمات تھے۔ کل 39

ضیاء الرحمن ضیا
بھارتی عدالت نے گجرات فسادات میں ملوث 26 ملزمان کو عدم ثبوت کی بنا پر بری کر دی۔ بھارتی عدالتوں کی ایک نہایت شرمناک تاریخ ہے کہ جب بھی ان کے سامنے کوئی ایسا مقدمہ آیا جس میں ہندو اور مسلمان مدع مقابل ہوں تو انہوں نے قانون و انصاف کے تمام ترقاضوں کو بالائے طاق رکھتے ہوئے ہمیشہ ہندوؤں کے حق میں فیصلہ دیا۔ جبکہ اس کے پرکشش اسلامی عدالتوں کی ایک تاریخ ہے کہ جب بھی ان کے سامنے ایسا کوئی مقدمہ پیش ہوا جس میں مسلمان اور غیر مسلم مدع مقابل ہوئے تو انہوں نے عدل و انصاف کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑا۔ جس کا واضح ثبوت یہ ہے کہ ایسے مقدمات میں بہت سے فیصلے غیر مسلموں کے حق میں بھی ہوئے۔ تاریخ مسلمان حکمرانوں اور قاضیوں کے واقعات سے بھری ہوئی ہے۔ دوسری طرف غیر مسلم بالخصوص ہندو قوم اور مذہب پرستی میں اس قدر متعصب ہیں کہ وہ ہمیشہ ہم مذہب کو دیگر پر ترجیح دیتے ہیں، چاہے ان کے فیصلے کتنے ہی عدل و انصاف سے عاری اور مسخر نہیں ہوں۔

ہندوستانی عدالتوں نے اس سے قبل بھی کئی ایک ایسے فیصلے سنائے ہیں جو نہایت مسخر نہیں ہیں اور جن سے مجوہ کی جانبداری واضح طور پر چلکتی ہے۔



معاشرہ اور عدم برداشت

ہے۔ پھر یہی عدم برداشت کا لکھر معاشرے میں سرایت کرتا جا رہا ہے، جس نے نوجانوں پر نہایت منیٰ اثرات مرتب کیے ہیں۔ پھر معاشرے میں اگن و امان اور پرسکون زندگی کیلئے صبر و تحمل اور رواداری کے لکھر کو فروغ دینا ہو گا۔ اس کیلئے سیاستدانوں کی طرف دیکھنے کے بجائے معاشرے کے اہم طبقات کو خوب ہی آگے بڑھنا ہو گا، جن میں علماء اور اساتذہ سب سے اہم کروار ادا کر سکتے ہیں۔ علمائے کرام منبر سے عوام کو اچھے اخلاق اور صبر و تحمل کا درس دیں اور اساتذہ کرام طبلہ کو اخلاقیات کا درس دیں اور انہیں یہ باور کرائیں کہ معاشرہ کی بھی طرح کے فتنے اور فسادات کا متحمل نہیں ہو سکتا، بلکہ اسی کی بھی سیاسی لیدر کی باتوں میں آکر آپس کے تعلقات خراب مت کریں۔

اس میں یہ خیال رکھا جائے کہ اساتذہ اور علمائے کرام کسی ایک سیاسی رہنماؤں کا نام نہ لیں بلکہ سب کا بہادری کی سطح پر تذکرہ کریں۔ اسی طرح معاشرے کے پڑھے لکھنے کو جوان خود بھی تھوڑا اسوس چیز اور سیاسی رہنماؤں کی باتوں میں آنے کے بجائے خود ہی ہر چیز کا بغور جائزہ لے کر حقائق کے مطابق چلیں اور کسی بھی سیاسی رہنماؤں کی اس حد تک تقدیم مت کریں کہ اس کی ہر خطا بات بھی درست معلوم ہونے لگے۔ یوں معاشرے میں پائی جانے والی بے چینی اور عدم برداشت کا خود خاتمه کر سکتے ہیں۔

پاس ہوتی نہیں، بس جو کچھ ادھر ادھر سے ناصرف اس کی بنیاد پر آپس میں بھگلتے رہتے ہیں۔ پھر یہ بھی ہوتا ہے کہ خود تو دوسروں کے رہنماؤں کو برا بھلا کہتے رہتے ہیں لیکن جب کوئی دوسرا ان کے مثال نہیں ملتی۔ سیاستدانوں نے سیاست میں عدم برداشت خطرناک حد تک بڑھ رہی ہے۔ گھروں سے لے کر اقتدار کے ایوانوں تک رواداری کا شدید بحران پایا جاتا ہے۔ گھروں میں چھوٹی چھوٹی باتوں پر ایک دوسرے سے لڑنا بھگڑنا معمول بن چکا ہے۔ معمولی باتوں پر خاندان ایک دوسرے سے جدا ہو جاتے ہیں اور برسوں ایک دوسرے کی صورت دیکھنا پسند نہیں کرتے۔

ای طرح اگر ٹریک کے حالات دیکھیں وہاں بھی سیاسی گھروں کے سوا کچھ نہیں ملتا۔ سیاسی کارکن ایک دوسرے کو گالیں دیتے ہیں اور ایک دوسرے کے خلاف نہایت غلیظ زبان استعمال کرتے ہیں

سوش میڈیا کو سیاسی کارکنوں نے سیاسی اکھاڑا بنا کر رکھا ہے جس نے معاشرے میں خانہ جنگی کی سی کیفیت پیدا کر رکھی ہے۔ سوш میڈیا کی کوئی بھی ویب سائٹ دیکھ لجھتے وہاں سیاسی گھروں کے سوا کچھ نہیں ملتا۔ سیاسی کارکن ایک دوسرے کو گالیں دیتے ہیں اور ایک دوسرے سے رشتؤں میں درازیں پڑھتی ہیں۔

اس سلسلیوں میں سیاستدانوں نے عدم برداشت کو بہت زیادہ فروغ دیا ہے۔ وہاں تو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ انہوں نے بس ایک دوسرے کی خانہ جنگی کی سی کیفیت پیدا کر رکھی ہے۔ سوш میڈیا کی کوئی بھی ویب سائٹ دیکھ لجھتے وہاں سیاسی گھروں کے سوا کچھ نہیں ملتا۔ سیاسی کارکن ایک دوسرے کو گالیں دیتے ہیں اور ایک دوسرے کے خلاف نہایت غلیظ زبان استعمال کرتے ہیں۔

وہی کسی محفل یا جلس میں بیٹھنے ہوں تو وہاں بھی پر تشدیک نہیں کی جائیں۔ سوш میڈیا کے علاوہ سیاسی گھٹتوں پر بھی یہیں میں ایک دوسرے کے خلاف نہایت غلیظ زبان استعمال کرتے ہیں۔ سوш میڈیا کے علاوہ سیاسی گھٹتوں پر بھی یہیں میں بیٹھنے ہوں تو وہاں بھی روایت موجود ہے جو عدم برداشت کی بدترین مثال

ضیا الرحمن ضیا

عدم برداشت کی خای گھروں سے ایوانوں تک ہر جگہ پھیل چکی ہے۔ ہمارے معاشرے میں عدم برداشت خطرناک حد تک بڑھ رہی ہے۔ گھروں سے لے کر اقتدار کے ایوانوں تک رواداری کا شدید بحران پایا جاتا ہے۔ گھروں میں چھوٹی چھوٹی باتوں پر ایک دوسرے سے لڑنا بھگڑنا معمول بن چکا ہے۔ معمولی باتوں پر خاندان ایک دوسرے سے جدا ہو جاتے ہیں اور برسوں ایک دوسرے کی صورت دیکھنا پسند نہیں کرتے۔ اسی طرح اگر ٹریک کے حالات دیکھیں وہاں بھی عدم برداشت بہت زیادہ ہے۔ جہاں ذرا سی بریک لگانے پر بھی لوگ اچھا خاصا نتائج کھڑا کر دیتے ہیں۔ کسی مزاحیہ ادا کارنے کا ہاتھ کپا کستان میں دو گاڑیوں سے بھی ٹریک جام ہو جاتی ہے، کسی گلی میں دو گوں آئنے سامنے آ جائیں تو دونوں ایک دوسرے کی صدم میں کھڑے ہو جاتے ہیں اور ہر ایک دوسرے سے گاڑی پہٹانے کا مطلب کرتا رہتا ہے، یوں ٹریک جام ہو جاتی ہے۔ پھر اگر کسی کی گاڑی دوسرے کی گاڑی سے ذرا ہی نکلا جائے تو تب جو لڑائی ہوتی ہے وہ قابل دید ہوتی ہے۔ ہر ایک دوسرے پر سارا الزام لگا کر خود بری الذمہ ہونے کی کوشش کرتا ہے، یوں بھگڑا طول پکڑ جاتا ہے۔ کسی ٹنگ جگہ میں گاڑی یا موڑ سائکل داخل



یوٹیلی بلز میں کاغذ کا استعمال اور ما حول دوستی

ماحول کے تحفظ اور کاغذ کی بڑھتی ہوئی قیمت کی وجہ سے دنیا بھر میں کاروباری دستاویزات سے کاغذ کا استعمال کم سے کم کیا جا رہا ہے کاغذ کی تیاری کیلئے بڑے بیانے پر درختوں کی کثافی کی جاتی ہے، بہت سے ادارے اور کاروبارا پر آپ کو تمجید لائیں گے کہ تو یہ کاغذ کے صفر استعمال پر منتقل ہو چکے ہیں

کرنا مشکل ہو رہا تھا۔ اس لیے کے ایکٹر کے
تھیں جس کی کاروبار کا غنی ملوں سے مکمل طور پر جان
نہیں پڑھ رکھتے تو پھر انہیں بل کام جنم کرنے ہو گاتا کہ
کافی غنی بچت کی جاسکے، جو کہ ماحولیات کے تحفظ
میں معماں ثابت ہو سکے۔ کے ایکٹر کے سابقہ
فل کا سائز اے فور ہوتا تھا، جس کو اب کم کر کے
پایہ کر دیا ۔

ب سوال یہ ہے کہ اگر کاغذ کا سائز کم کیا ہے تو پھر س سے ماحولیات کو کیا فائدہ؟ تو بھائی کے لیکٹر ٹک مہانہ 32 لاکھ بل جاری کرتا ہے۔ اس طرح سال میں 3 کروڑ سے زائد مرتبہ بل کی پعنگ ہوتی ہے۔ اگر بل کا سائز کم کر دیا جائے تو س سے سالانہ 4200 درخت کشانی سے بچ جائیں گے جبکہ اس سے 26 کروڑ لیٹر پانی کی پچت ہوگی۔ اس کے علاوہ جب یہ بل ادا کر دیے جاتے ہیں تو انہیں کچرے میں پھینکا جاتا ہے۔ بل کا سائز کم کرنے سے کچرے کی میں 94 ہزار کلو گرام کی کمی ہوگی۔

ملک میں ماحولیاتی شعور کے اجاگر ہونے سے کافی
کے استعمال میں کمی لائی جاسکتی ہے اور اس سلسلے
میں چھوٹے چھوٹے اقدامات ایک بڑا سٹنگ میں
ثابت ہو سکتے ہیں۔

کستان میں ماحولیات کے تحفظ اور کاروباری سانی کیلئے ادارے اپنے پروپریتیز کو تیزی سے بھیجنیں کر رہے ہیں۔ اس عمل سے سب سے بڑی بنت کاغذ کی ہو رہی ہے۔ مثال کے طور پر موہاں نز کے بل ہی دیکھ لیجھے، اب شاید ہی کوئی کمپنی پہنچنے صارف کو کاغذی بل بذریعہ ڈاک ارسال سرتی ہو۔ تمام کی تمام موہاں فون کمپنیاں اپنے سارے فرمانیں کو ای بل فراہم کرتی ہیں۔

مراجعی میں بھی فراہم کرنے والی کمپنی کے الائٹر کر گز شش ماہی سال کے الائٹر نے اپنے صارفین کی سہولت کیلئے بڑے پیمانے پر بھیجنیں پلیٹ فارم کی معاونت حاصل کی ہے۔ رگزہ شش ماہی سال کے الائٹر نے اپنے صارفین کو یہ سہولت دی کہ اگر وہ جا چیز تو اپنے بھلکی کے بلوں کو اغذ کے بجائے ڈیجیٹل طور پر حاصل کر سکتے۔ اس مقصد کیلئے کے الائٹر نے واٹس ایپ، کے ای ای تینو ایپ اور ویب سائٹ سمیت دیگر بیس فارمز کی سہولت فراہم کی تھی۔ جس کو بڑے سانے بر صارفین نے اپنایا ہے۔

کراپ بھی شہر میں آبادی کا ایک بڑا حصہ ڈیجیٹل بنانا لوگی سے نامدد ہے۔ ان کے پاس اگر موبائل ان ہے بھی تو دو موبل فون ہے، جس کی وجہ سے کرایچی میں بھلی کے بلوں کو مکمل طور پر ڈیجیٹل

پنے ماحول کے تحفظ اور کاغذ کی بڑھتی ہوئی قیمت وجہ سے دنیا بھر میں کار و باری دستاویزات سے نہ کا استعمال کم کیا جا رہا ہے۔ اور دنیا بھر اس وقت بہت سے ادارے اور کار و بار اپنے پ کو ڈیجیٹلائز کرتے ہوئے کاغذ کے صفر نغال پر منتقل ہو چکے ہیں۔ اسی طرح سے ہمتوں نے ہمیں اپنے نظام کو ڈیجیٹل سسٹم پر منتقل نا شروع کر دیا ہے۔ اس پورے عمل سے کاغذی ت میں اضافہ ہوا ہے۔ پاکستان میں ایف بی آر اکم ٹکس اور سیلز ٹکس ریزیز چج کرنے کا عمل ٹکسیٹل کر دیا ہے۔ جس سے نہ صرف ریٹین فائل نے والوں کو آسانی ہوئی ہے بلکہ اس سے ایف آ کو اپنے ڈیجیٹل ڈائیکو و سعت دینے اور تجزیہ نے میں آسانی پیدا ہوئی ہے۔

سلسلے میں سب سے بڑی اور عالمی سطح پر کوشش وقت سامنے آئی جب ایر لائنز اپنے سفری ٹوکو کاغذ سے ای بل پر منتقل کرنے کا فیصلہ کیا۔ اعلیٰ سے ایک سال میں ایر لائنز کو تقریباً 3 سے

رب ڈالر کی سالانہ بچت ہوئی۔ اور ساتھ ہی
ما فروں کو بھی یہ فائدہ ہوا کہ اب انہیں کاغذی
ٹکٹ کے کھو جانے کا اندریشہ نہیں رہتا۔ وہ اپنے
ن پنکٹ دکھا کر سفر کر سکتے ہیں۔

اختشام مفتی
دنیا میں آبادی تیزی سے بڑھ رہی ہے اور اسی کے ساتھ ساتھ قدرتی وسائل انسانی ضروریات کو پورا کرنے کیلئے ناکافی ہوتے جا رہے ہیں۔ اور یہی وجہ ہے کہ انسان قدرتی وسائل کی بچت اور ماحدیات کے تحفظ کیلئے دن پر دن بُنیٰ بُنیٰ ایجادات کر رہا ہے۔ پانی کی قلت پر قابو پانے کیلئے زراعت میں ان ہی فضلوں پر اعتماد بڑھا رہا ہے جو کم پانی میں زیادہ بیدار اور دیری ہوں؛ اسی کے ساتھ فضلوں کو پانی کی فراہمی جدیدی کی جاریتی ہے۔
وسائل کی کمی کے ساتھ ساتھ ماہولیاتی تبدیلی بھی انسان کیلئے منسلک بُنیٰ جا رہی ہے اور آبادی میں اضافے کے ساتھ جنگلات کو کاٹ کر انسانی ضروریات کی اشیا، جیسا کہ فرنچر، گھر، اینڈھن اور کاغذ بڑے پیمانے پر تیار کیے جا رہے ہیں۔ اور ان کی جگہ درخت لگانے کے بجائے زمین کو انسانی آبادی یا کاشت کیلئے استعمال کیا جا رہا ہے۔
کاغذ کی تیاری کیلئے نہ صرف بڑے پیمانے پر

درختوں کی کتنائی کی جاتی ہے بلکہ اس کی تیاری میں بڑے پیکانے پر پانی اور اینڈھن کا استعمال بھی ہوتا ہے، جس کی وجہ سے محالیات پر ہر یہ دفعی اثرات مرتب ہوتے ہیں۔



ملک کی سیاسی صورت حال کیسے بہتر ہوگی؟

ملک کی خاطر پک کا مظاہرہ کرنا ہوگا

میں دھاندنی کے غصہ کو بھی ختم کیا جاسکے۔ سیاسی جماعتیں بھرپور انداز میں اپنی انتخابی مہم کا آغاز کریں پھر عموم ہے چاہیں اپنا مینڈٹ دیں اور باقی جماعتیں اسے تسلیم کر کے کارکروگی و مکانتے کا مکمل موقع دیں۔ کیا ہی اچھا ہو کہ ملک کی دیگر جماعتیں منتخب ہونے والی جماعت کی مخالفت کے مجازے ملک کی بہتری کیلئے اس کا ساتھ دیں اور اپنی خدمات پیش کریں۔ اسی طرح جیتنے والی جماعت کے قائدین بھی بڑے دل کا مظاہرہ کرتے ہوئے انتظامی کارروائیوں کی روایات کا خاتمه کرے اور سب کو ساتھ لے کر چلے۔

کرانے اور تحریک انصاف کے کارکنوں کو گرفتار کرنے سے گریز کرنا ہوگا۔ عمران خان کو بھی اس بات کو مان لیتا چاہیے کہ تمام ترقیاتیں کے باوجود وہ قانون سے بالآخر نہیں، نہیں وہ کسی جماعت کو ملکی سیاست سے بے خل کر سکتے ہیں۔

ماضی میں ایک صورت حال میں نوابزادہ نصراللہ اور پیر مردان شاہ جیسی شخصیات سیاسی جماعتوں کو ایک نیبل پلانے میں کو رادا کری تھیں۔ افسوس کہ یہ لوگ اب موجود نہیں۔ ایسے میں بلکی اداروں کا بہتر کردار ادا کرنا ہوگا۔ عدیلیہ، یورکریکی اور آلمانیشمنڈ کو مدد کراتے ملک کے دونوں سیاسی

ملک سے اس بھرمان کا خاتمہ ہے جو اتو میانِ حبہم سب
کو بھلتنا ہوں گے۔ سیاسی جماعتیں ہوں یا ملک
کے ادارے یا عوام، اگر ان کی کوئی اہمیت ہے تو اس
ملک سے ہے لہذا اس ملک میں سیاسی استحکام، قیام
امن اور ترقی انتہائی اہم ہیں۔ ملک کو اپنی ترقی کی
راہ ہوں پر گامزرن کرنے کیلئے عام شہری سے لے کر
سیاسی قائدین تک اور سیاسی قائدین سے لے کر ملکی
اداروں تک سب کو اپنا کردار ادا کرنا ہوگا۔ ملک

مک میں صفاتِ احیات بیجے تاہمی ربوں کے استعمال کے باجائے ائمی طریقہ کار کے مطابق عبوری حکومت کو تین ماہ میں انتخابات کرانے کا نثار گھٹ دیا جائے۔ بہتر یہ ہے کہ ملک میں ایکشانک ووٹنگ کے نظام کو رائج کیا جائے اور اگر ہماری سوچ سے بھی زیادہ خطرناک ہوں۔

کرانے اور تحریک انصاف کے کارکنوں کو گرفتار کرنے سے گریز کرنا ہوگا۔ عمران خان کو بھی اس پات کو ان لیٹا جا پائے کہ تمام ترقیاتیت کے باوجود وہ قانون سے بالآخر نہیں، نہیں وہ کسی جماعت کو بلکی سیاست سے بے دل کر سکتے ہیں۔

ماضی میں انہیں صورتحال میں نواز اور ادا نظر اللہ اور پیر مردان شاہ جیسی شخصیات سیاسی جماعتوں کو ایک ٹیکل پر لانے میں کردار ادا کرتی تھیں۔ انہوں کو یہ لوگ اب موجود نہیں۔ ایسے میں بلکی اداروں کو اپنا کردار ادا کرنا ہوگا۔ عدلیہ، پیور و کمری اور اشیائیں کو نہ کرات سے ملک کے دونوں سیاسی دھڑکوں کو ایک دوسرے کے خلاف لفظی گولہ بالا رکھیں۔

اور انتخابی کارروائیوں سے روکتا ہے۔ اس انتشار کے خاتمے کیلئے ملک میں روفت اختیابات بھی اہمیت کے حوالہ میں ہیں، بہتر یہ ہے کہ ملک میں عبوری حکومت قائم کی جائے اور اس سلطے میں ملک کی تمام بڑی جماعتیں سے مشاورت کے بعد ایسے افراد پر مشتمل حکومت بنائی جائے جس سے کسی کو اختلاف نہ ہو۔

ملک میں شفاف انتخابات کیلئے تاخیری حربوں کے استعمال کے بجائے آئینی طریقہ کار کے مطابق عبوری حکومت کو تین ماہ میں انتخابات کرنے کا تاریخ دیا جائے۔ بہتر یہ ہے کہ ملک میں الیکٹرانک و موبائل کے نظام کو رائج کیا جائے اور اگر یہ ممکن نہ ہو تو فوج کی مدد لی جائے تاکہ انتخابات کو عمران خان کی گرفتاری، مقدمات درج کیا جائے اور وقت نہیں کر سکتے اور کون غلط ہے اور وقت پاکستان کی بقا کے متعلق سچنے کا ہے اور اس ضمن میں سب سے اہم یہ ہے کہ ملک سے احتجاج کا خاتمہ ہو، سیاسی جماعتوں کے درمیان مذاہ آرائی بند ہو اور سیاسی کارکنان کی پکڑ دھکر کو بھی روکا جائے۔ سیاسی قائدین کو ایک دوسرا کی پوزیشن کو سمجھنا ہوگا۔ بلاشبہ عمران خان اس وقت ملک کے مقبول تین لیڈر میں اور ان کی جماعت کی مقبوليٰت میں بھی اضافہ ہو رہا ہے۔ عمران خان کی اس مقبوليٰت میں اضافے کی سب سے بڑی وجہ پی ڈی یونگ کی غلط پالیسیاں اور ان کے دور میں ہونے والی مہنگائی ہے۔ پی ڈی یونگ کی جماعتوں کو عمران خان کی گرفتاری، مقدمات درج

شہر یا رشتہ کوت
ملک میں سیاسی بحران کی جو صورت حال اس وقت
موجود ہے یہ نہیں۔ ماں میں بھی سیاسی
جماعتیں ایک دوسرے کے خلاف ایسی حادثہ
آرائیاں کرتی رہی ہیں۔ ملک میں اس وقت دو
سیاسی دھڑکے موجود ہیں، ایک عمران خان اور ان
کے مجاہدین کا جبکہ دوسرا پاکستان ڈیموکریٹک
مومنت کا، جس میں عمران خان کی مخالف تمام
جماعتیں شامل ہیں۔ موجودہ دور میں سیاسی
جماعتوں کے مابین حادثہ آرائی کے بعد یہ کہنا انتہائی
دوشوار ہے کہ آئندہ چند دنوں اور چند مہینوں میں کیا
ہوگا۔ بس یہ پیش گوئی کی جا سکتی ہے کہ آنے والے

دلوں میں اس بھرمان میں اضافہ ہوگا اور جتنا اس میں اضافہ ہوا اتنا ہی انتشار اور بدآمنی میں اضافہ ہوگا۔ پی ڈی ایم حکومت اور تحریک انصاف کے درمیان بڑا تنازع انتخابات ہیں۔ عمران خان اور ان کی جماعت کی ڈیمباٹ ہے کہ ملک میں انتخابات کرائے جائیں جبکہ پی ڈی ایم میں شامل جماعتیں انتخابات کے حق میں نہیں۔ ان کا کہنا ہے انتخابات کے دوران امن خراب ہونے کا خدشہ ہے۔ حکومت نے عمران خان کو مختلف مقدمات میں بھی مصروف رکھا ہوا ہے اور عمران خان کی گرفتاری کیلئے کوشش ہیں۔ اگر عمران خان کو گرفتار کر لیا جاتا ہے تو یقینی طور پر ملک کا امن خراب ہوگا۔



پاکستان کی بڑھتی ہوئی آبادی ایک موقع بھی ہے اور چلنخ بھی

نے اظہار خیال کیا۔ اس تحریر میں ان کا پرہیز لیدرز کی سوچ کو بیان کرنے کا مقدمہ یہ ہے کہ تو جوان تعلیم حاصل کر رہے ہیں، کیا انکلیے صرف ذگری ہی کافی ہے یا پھر انہیں ایک اچھا پروفسن بنائیں اور کون کون سی صلاحیتوں کی ضرورت ہو گی۔

گز شنبہ چالیس سال سے امریکا کی سلیکن و ولی میں خدمات فراہم کرنے والے پاکستانی خاد امریکی زین جیونی کا کہنا تھا کہ لوگ مجھ سے پوچھتے ہیں کیا لا ہور یا پاکستان سلیکن و ولی بن سکتا ہے؟ میں کہتا ہوں کہ پاکستان سلیکن و ولی سے بہتر ہو سکتا ہے، کیونکہ پاکستانی بہت بڑے جگازی ہیں۔ ایسے کام جو آسانی سے نہیں ہو پاتا، پاکستانی جگاز کے ذریعے کر سکتے ہیں۔ اس لفظ کا مطلب اتنا بڑا ہے کہ اس کے ذریعے ہم کچھ بھی تخلیق کر سکتے ہیں۔ جگاز کو انگریزی میں شارت کٹ کہہ سکتے ہیں۔ پاکستانیوں کو جگاز سے بڑھ کر درجہ کمال پر کام کو کرنا ہو گا اور یہی ان کی ترقی کا سبب بنے گا۔

مگر کیا پاکستان میں جو بچے اور تو جوان تعلیم حاصل کر رہے ہیں وہ بھی جگازی تعلیم تو حاصل نہیں کر رہے یا وہ خود کو معیاری پروفیشنل میں تبدیل کر رہے ہیں؟ کیا پاکستانی گریجویشن اس قابل

کیوں اور اٹی کی آبادی 10 فیصد کی شرح سے کم ہو گی۔

دوسری طرف پاکستان ان ممالک میں شامل ہے جہاں آبادی میں اضافہ ہو رہا ہے۔ اور اندازے کے مطابق 2050 تک پاکستان کی آبادی 38 کروڑ ہو جائے گی۔ اس بڑھتی ہوئی آبادی کیلئے کیا ملازمت کے موقع موجود ہیں یا ہم نے تیاری کی

ماہرین کا کہنا ہے کہ پاکستان کی بڑھتی ہوئی آبادی اُنکی لئے ایک موقع بھی ہے اور ایک چلنخ بھی۔ یہ دوسری طرف پاکستان کی اقدامات کرتا ہے۔ دنیا میں اس وقت بہت سے ممالک کو اپنی منفی ترقی کی وجہ سے آبادی کی قلت کا سامنا کر رہے ہیں۔ اسی میشتوں کو روایا دواں رکھنکیلے افرادی قوت کی ضرورت ہے۔

راجکارمان

پاکستان کی آبادی تیزی سے بڑھ رہی ہے اور اس میں نوجوانوں کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ مگر اس کے باوجود پاکستان ان ملکوں سے بہت بچھے ہے جو اس کے بعد ازاد ہوئے اور انہوں نے پاکستان سے ترقی کا منصوبہ حاصل کیا، اور وہ ترقی کی ریس میں پاکستان کو بچھے چھوڑتے چلے گئے۔ مگر ازادی کے 75 سال ملک ہونے پر آج بھی ہم اپنی ترقی کی راہیں تلاش کر رہے ہیں۔

جب بھی پاکستان کے مستقبل کی بات ہوتی ہے تو اس میں پاکستان کی نوجوان آبادی کی بات ضرور ہوتی ہے۔ اور یہی آبادی ہے جس نے پاکستان کی مستقبل میں قیادت کرنی ہے۔ اس وقت پاکستان کی 60 فیصد آبادی 30 سال سے کم عمر ہے۔

ملک کی اکثریت آبادی نوجوانوں کی ہونے کے باوجود تعلیم کی صورتحال بہت زیادہ اچھی نہیں ہے۔ اسی لیے وفاقی وزیر برائے خزانہ مختار اسماعیل نے لیدر زان اسلام اباد سے خطاب میں کہا کہ دنیا میں ہر 10 بچے جو اسکول سے باہر ہیں، اس میں سے ایک پاکستانی ہے۔ پاکستان میں سرکاری اور خجی شعبہ دونوں ہی بنیادی تعلیم دینے میں ناکام رہے ہیں اور 50 فیصد پاکستانی بچے اسکول سے محروم ہیں۔



اقوام متحدہ کے مطابق آئندہ تیس سال کے اندر دنیا کے 20 ملکوں کی آبادی میں 22 فیصد سے لے کر ٹیکنا لوئی کی دنیا میں خود کو مناسکیں؟ 10 فیصد تک کی واقع ہو گی، جس میں سرفہرست بخاری، یعقوبی، یثیوپی، یوکرین شامل ہیں، جن کی نوجوانوں کیلئے موجود موقع، الہیت اور درکاری تعلیم تablیت پر مختلف بڑی کمپنیوں کے چیف ایگزیکیوٹو آبادی 20 فیصد سے زائد کم ہو گی۔ جبکہ پر ٹکال،

زبان پر عبور کے بغیر بھی ذہین لوگ تلاش کئے جاسکتے ہیں؟ اس کا جواب اس مذکور کے میں بلیغوں کی بانی اور چیف ایگریمکٹ عائد مجید نے کچھ اس طرح دیا۔ ہماری کمپنی نے پاکستان کی دوسرے درجے کی جامعات کے انجینئرنگ گریجویشن کے انزوپیو کے اور ان لوگوں کو نفر و انگریزی کے باوجود اپنے حصوں پر دسترس اور بہترین صلاحیت کا حاصل پایا۔ چھ ماہ کی اثرن شپ کے بعد یہ نوجوان بہترین انجینئرز ہو گئے۔ اس لیے یہ ذمے داری بطور کارپوریٹ ہم پر بھی عائد ہوتی ہے کہ وہ ٹینٹ اور الیٹ کی تلاش کریں اور ایسا ماحول پیدا کریں جس میں ادارے کا کم ترین درجے پر کام کرنے والا ملازم اپنی رائے کا ظہار کر سکے۔

عامل مجید کا کہنا تھا کہ اب لوگ وہ سال تک ایک ادارے میں ملازمت نہیں کریں گے بلکہ روزگار کیلئے ہم جہت طریقہ اپنائیں گے۔ ملازمت دستی و قوت امیدواروں میں سوچ اور صلاحیتوں میں تنوع، اشتراک عمل اور ایک دوسرے سے تعاون کا جذبے کو اہمیت دی جاتی ہے۔

اس کا نظری کے اختتامی اجلاس میں پاکستانیوں کی جگہ اسی صلاحیت کے حوالے سے وفاقی وزیر پروگرام صدق ملک سے سوال کیا گیا تو ان کا کہنا تھا کہ جگہ کا لظاہر اس لیے استعمال کرتے ہیں کہ ہمیں مختلف مضمایں کی نیادی تعلیم دستیاب نہیں ہے۔ فرکس کی نیادی تعلیم نہ ہو تو بینا فرکس کس طرح استعمال کر سکتے ہیں؟ ہمیں اپنے معاشرے میں تعلیم اور صلاحیت کو جذب کرنے کی گنجائش پیدا کرنا ہو گی۔ تعلیم پر خرچ کرنا ہو گا۔ صدق ملک کا کہنا تھا کہ پاکستانی خود ملک میں وہ کر کے رہتے ہیں۔ بھنوئے کہا گھاس کھائیں گے مگر ایتم، بہن کیں گے۔ اور دونوں کام ہوئے، گھاس بھی کھائی مگر ایتم بھی بنا یا۔

پاکستانیوں کی صلاحیت کیا ہے، دنیا اس حوالے سے اندر ہے میں ہے۔ اسی لیے دنیا اس وقت جران رہ گئی جبکہ یورپی یونین نے 125 ملکوں کے افراد پر مشتمل ڈنٹ آزمائش کے مقابلہ کا انعقاد کیا۔ اس مقابلے میں پاکستان کے مددویں نے چوتھی پوزیشن حاصل کی۔ اس تمازن ترجمث کا خاصہ ہے کہ پاکستانیوں کو تعلیم کے ساتھ کاروبار اور ملازمت کے موقع فراہم کیے جائیں تو ان کی الیٹ دنیا میں کسی اور ملک کے باشندوں سے کم ثابت نہیں ہو گی۔

اکپورٹ پر نظر ڈال کر علم ہو جاتا ہے۔ سمندر پار پاکستانیوں کی تعداد 90 لاکھ سے 1 کروڑ ہے، جو کاپنی آمدی کا ایک قابل حصہ پاکستان بھی ہے۔

شیعوب کا کہنا ہے کہ اداروں کے کام کرنے کا طریقہ تبدیل ہو گیا ہے۔ ایسے ادارے جو گزشتہ 10 سال سے کامیاب ہیں، وہ آئندہ دس سال تک کامیاب رہیں گے اس کا جواب کسی کے پاس نہیں۔ کیوں کہ کام کرنے کا ماحول اور نیکانا لوگی تبدیل ہو رہے ہیں۔ کوڈیک، نوکیا، بیک بیری سمیت ایک لمبی فہرست ہے بڑے بڑے اداروں کی جو وقت کے ساتھ محدود ہو گئے۔

پاکستان میں 14 کروڑ افراد 30 سال سے کم اور 12 کروڑ 30 لاکھ افراد 23 سال سے کم عمر ہیں۔ اور یہی آبادی ہماری مستقبل کی صاف ہو گی۔ ہماری ٹیم نوجوان ہے، ہمارا 60 فیصد اسٹاف 23 سے 30 سال کی عمر کا ہے۔ نوجوانوں کو ادارے کے ساتھ رفتی اور آگے بڑھنے کے موقع دینا ہوں گے۔ اگر ایسا نہیں ہوگا تو وہ ادارے کو بہت جلد چھوڑ جائیں گے اور ادارے کی ترقی متاثر ہو گی۔

جو 30 ارب ڈالر سے تجاوز کر جاتا ہے۔ اس کے مقابلے میں ملک کے اندر رہنے والے 22 کروڑ عوام کی ولیو ایٹیشن (برآمدات) سمندر پار پاکستانیوں کی ترسیلات کے تقریباً ساوی ہے۔ تو وہ ادارے کو بہت جلد چھوڑ جائیں گے اور موقع پنکیلیے خصوصی تیاری کی ضرورت ہے۔

دریمان مذاکرہ ہوا۔ اس میں ایس اینڈ پی گلوبل پاکستان کے سربراہ مجبوب ظہیر کا کہنا تھا کہ دنیا میں ٹینٹ اور صلاحیت کا معیار تیزی سے تبدیل ہو رہا ہے اور اس تبدیل ہوتے ماحول میں ادارے اور کارپوریشن خود کو ڈالنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ کارپوریشن کو ایسے لوگ درکار ہیں جو تیزی سے کام

کیمی کی صلاحیت رکھتے ہوں اور جلد از جد ایک کام سے دوسری ذمے داری پر منتقل ہو سکیں، یعنی کیش الہجت کام کرنکیلیے تیار ہوں۔

ہر مند افرادی قوت کی کی صرف پاکستان میں نہیں بلکہ پوری دنیا میں ہے۔ مگر پاکستان نے کورونا وبا کے دوران کا وہ باری بحالی سے اپنے مقام کو بہتر بنایا ہے۔ کورونا میں جہاں دیگر ممالک میں لوگ ملازمت سے فارغ ہو رہے تھے، وہیں پاکستان کی معیشت میں ملازمت کے نئے موقع پیدا ہو رہے تھے۔ مگر اس کے باوجود جس قدر ہر مند افرادی کی ہمیں ضرورت ہے وہ دستیاب نہیں۔ ملازمت کے دستیاب موقع کی تیاری کو پر کرنکیلیے نوجوانوں کو انفارمیشن نیکانا لوگی میں تربیت دینے کی ضرورت ہے۔

موبائل بینک کے سربراہ غضنفر عظم کا کہنا تھا کہ بزریش زی (موجودہ صدی کے آغاز سے 2010ء تک پیدا ہونے والے بچے) کی توقعات کے مطابق کام، خدمات، ملازمت اور تعلیم دینے میں ناکام رہے ہیں۔ نوجوان نسل کے ساتھ کیا سلوک ہو رہا ہے، یہ جنکیلیے سمندر پار پاکستانیوں کی ترسیلات اور پاکستان کی جموقی آبادی کی



محمد شیعوب کا کہنا تھا کہ ٹینٹ کام کے موقع کے سربراہ جید اسلام نے اس بات کو ایک دوسرے نے ہیلگ کے ماہرین کو کوڈر زمین تبدیل کیا ہے۔ آپ سوچ سکتے ہیں کہ اب ملازمت ڈگری پر نہیں الیٹ پر ملے گی۔ کارپوریٹ سکرٹری میں کام کرنے کا طریقہ کار تبدیل ہو گیا ہے۔ باورہ نہ اسکو انداز سے پیش کیا۔ ان کا کہنا تھا کہ پاکستان میں افراد کی پیداواری صلاحیت کو بڑھانا ہو گا پاکستان کی آبادی 2.4 فیصد کی شرح سے بڑھ رہی ہے گر اس حوالے سے مقابلے پیداوار (جی ڈی پی) میں فی کس تناسب میں اضافے کے بجائے کسی ہو رہی ادارے ایسے گریجویشن تیار کر رہے ہیں جو اردو زبان سے نالبد ہیں۔ ان لوگوں کو ہاتھوں ہاتھ کارپوریشن میں جگہ دی جاتی ہے۔ مگر کیا انگریزی



سود کے خاتمے کیلئے سنجیدہ اقدامات کی ضرورت

سود کی حرمت کا فیصلہ شرعی عدالت نے سنایا دیا اور اس کے ساتھ ہی حکومت کو پابند کر دیا گیا کہ وہ پانچ سال کے عرصے میں سودی نظام کو ختم کرے۔

سود کی حرمت میں تو کسی کوڈ رابر بر شک نہیں ہے اور نہ ہی کبھی اس کی حرمت کے بارے میں امت مسلمہ میں کبھی اختلاف ہوا ہے۔

اچھی بات ہے، انہیں اگر سودی پیشگاش کی جائے تو معاشی نظام سودی لعنت میں بکڑا ہوا ہے جس کی وجہ سے دنیا بھر کی میثاقیت غیر متوازن ہے۔ چند افراد کے پاس دولت کے اباں ہیں بکڑ بہت سے ایسے ہیں جنہیں ایک دقت کا کھانا تک نصیب نہیں ہوتا۔ یہ اصول ہمیشہ ذہن شین رہنا چاہیے کہ اسلام کا کام ہی سودہ پر چلتا ہے، لہذا ان کی تجویز ہیں۔ اب انہیں سود کے معاملات کو لکھنا اور آگے بھیجا پڑتا ہے۔ ان میں سے کئی ادارے ایسے ہیں سودی پیسے سے آتی ہیں، لیکن چند ادارے ایسے بھی اسلام کی بات کا حکم دیتا ہے تو اس میں انسانیت کیلئے ضرور بخوبی اور نقصان ہوتا ہے اور جب ہیں جہاں ان کی تجویز ہیں سود سے نہیں آتیں جیسے کچھ سرکاری ادارے ہیں جہاں سودی معاملات کیلئے فائدہ ہوتا ہے جاپے کسی کی سمجھ میں آئے یا نہ آئے۔

اس لیے مٹن عزیز کو سودی لعنت سے پاک کر کے اس سچے معنوں میں حقیقی اسلامی ملک بنانا چاہیے۔ حکومت کو چاہیے کہ وہ سود کے خاتمے کیلئے عملاء کرام کی سربراہی میں ماہرین میشافت اور ماہرین شریعت کی ایک فعال کمیٹی تشكیل دے، جو ملک سے سودی نظام کے خاتمے کے طریقہ کار پر غور کرنے کے بعد حکومت کو سفارشات پیش کرے۔ پھر ان سفارشات کی روشنی میں حکومت جلد از جلد ملک سے سودی نظام کو ختم کر کے اسلامی معاشی نظام کا فناذ کرے۔ اگر ایسا ہو جاتا ہے تو پھر دنیا پاکستان میں خروبر کریں اپنی آنکھوں سے دیکھیں، انشاء اللہ۔

☆☆☆

ضیال الرحمن ضیا
کرام نے حکومت کو اس سے باز رکھنے کی کوشش کی۔ ان کی کاوشوں سے حکومت نے یہ اپیل واپس لے لی اور ملک سے سود کے خاتمے کیلئے اقدامات کا ارادہ کر لیا۔ اس سلسلے میں مفتی نقی عثمانی جو پہلے سے ہی موجودہ معاشی نظام کو اسلامی نظام میثاقیت کے حوالہ کر کر میں پیچیدہ منہاجیں تھا کہ اس پر غور و خوض اور بحث و مباحثہ ہوئا، ماہرین کی آرائی جاتیں کہ سود حرام ہے یا نہیں، یا اس کی کہیں کچھ جگہ اپنی کوشیں تیز کر دیں۔ وہ کئی بڑے چھوٹے اجلاس کر کچے ہیں جن میں ماہرین میثاقیت کے ساتھ ملک پیش کر دیں کہ وہ ملک سے سودی نظام کے خاتمے کے لیے کوشیں کر رہے ہیں۔ امید ہے کہ ان کی کاوشیں رُغ لائیں گی اور اسلام کے نام پر عظیم قربانیوں کے بعد حاصل کیا گیا یہ ملک سود کی لعنت سے پاک ہو گا۔

بہرحال سود کی حرمت کا فیصلہ شرعی عدالت نے سنایا دیا اور اس کے ساتھ ہی حکومت کو پابند کر دیا گیا کہ وہ پانچ سال کے عرصے میں سودی نظام کو ختم کرے۔ اس فیصلے پر پوری پاکستانی قوم کو خوشی سے جھوم جانا چاہیے تھا، حکمران اس پر فوری طور پر عملدرآمد شروع کر دیتے، پہنک سودی نظام کے خاتمے کیلئے کوششیں شروع کر دیتے مگر بدقتی سے ہمارے کلمہ گو حکمرانوں اور میکرزوں یہ فیصلہ پسند نہ آیا، کیونکہ ہمارے رُغوریشے میں سوداں قدر رچ بس پکا ہے کہ ہمیں اب یہ رائیں لگتا۔

جب بات چل ہی نکلی ہے تو یہاں میں یہ دعا صحت سودی نظام ہی ہے جس کی وجہ سے افراد ایسے معاشی بے قاعدگیاں پائی جاتی ہیں۔ پوری دنیا میں کے خلاف پر یہ کوست میں اپیل کر دی، مگر عالمی